سیرت خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن دامت برکاتہم

E-MARKAZ
YOUR ONLINE MADRASA

جملہ حقوق بحق ای مرکز eMarkaz محفوظ ہیں

نام کتاب	سیرت خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم [پہلے تین حصے]
تالیف	متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ
تاریخ اشاعت	رمضان المبارک 1445ھ–مارچ 2024ء
بار اشاعت	اول
تعداد	1100
ناشر	مکتبہ دار الایمان

کتاب منگوانے کا پتہ:

مکتبہ دار الایمان، مرکز اھل السنۃ والجماعۃ، 87 جنوبی، لاہور روڈ، سرگودھا

0321-6353540

www.emarkaz.org

فہرست

خلیفہ اول........... 19

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ 19

ولادت: 19

نام مبارک: 19

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا آسمانی نام: 19

سلسلۂ نسب: 19

کنیتِ وصفی: 20

ابو بکر رضی اللہ عنہ پہل کرنے والے ہیں: 20

القاب: 21

صدیق (بمعنیٰ سچا ترین انسان): 21

لقب "صدیق" آسمان سے نازل ہوا: 22

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گواہی: 22

لفظ صدیق پر لغت کے چند حوالے: 22

عتیق (بمعنیٰ جہنم سے آزاد): 23

اَوَّاہ (بمعنیٰ اللہ کی یاد میں آہیں بھرنے والا): 23

امیر الشاکرین: 23

پاکیزہ بچپن اور جوانی 23

برے عقائد واعمال سے حفاظت: 23

جوانی: 24

خاندان 24

ازواج: 24

اولاد: 25

قبولِ اسلام 26

مبارک خواب: 26

پہلے صحابی: 26

عملی زندگی 27

ابو بکر رضی اللہ عنہ کا تکالیف برداشت کرنا: 27

ابو بکر رضی اللہ عنہ کی دعوت سے مسلمان ہونے والے: 29

اسلام کے لیے مالی قربانیاں 29

ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مال نے سب سے زیادہ فائدہ دیا: 29

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مال میں نبوی تصرف: 29

غلاموں کو آزاد کرانا: 30

مساکین پر خرچ کرنا: 30

مسجد نبوی کی تعمیر میں حصہ: 31

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حق مہر کی رقم دینا:.. 32
غزوہ تبوک میں گھر کا سارا مال خرچ کرنا: 33
ہجرتِ مدینہ 33
نبی و صدیق کی ہجرت مدینہ:.. 33
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سفری انتظامات: 34
ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جذبہ محبت: 35
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی معیت نبوی والی مبارک رات: 36
ابو بکر رضی اللہ عنہ کا حزن و غم:.. 38
تمام غزوات میں شرکت:.. 39
امیر حج.. 40
امیرِ حج سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ:.. 40
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر آخرت 42
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ:.. 42
امت صدیق رضی اللہ عنہ کے حوالے: 42
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت کا حکم:.. 42
مصلیٰ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث: 43
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت:.. 43
خلافت بلا فصل 45

سقیفہ بنی ساعدہ میں اجتماع: 45
رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے بہترین انسان: 45
نبوت کے بعد خلافت: 45
خلیفہ کی ذمہ داری: 46
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مشاورت: 46
انصار کی آمادگی: 47
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان: 47
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تجویز: 48
بیعتِ خاصہ میں انصار کی سبقت: 48
بیعتِ عامہ: 48
ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل پر اجماع: 49
خلافت کے بعد پہلا خطبہ: 49
خطبے کی مختصر مگر پر اثر حکمت انگیز باتیں: 49

ذمہ داریاں و کارنامے 51

ریاستی ذمہ داریاں: 51
1: جھوٹے مدعیانِ نبوت کی سرکوبی: 51
2: فتنہ مانعین ِ زکوٰۃ کی سرکوبی: 52

جنگی اصول 54

جنگی مہمات کے رہنما اصول: 54

علمی خدمات 56

جمعِ قرآن: 56

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خراج تحسین: 57

مرویاتِ حدیث: 57

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور اہلِ بیت 58

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اہل بیت سے محبت: 58

حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے محبت: 58

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نظر میں: 58

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تجدیدِ بیعت: 59

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا سفر آخرت 59

وفات: 59

وصیت اور تدفین: 59

آیات مبارکہ میں فضائل 61

احادیث مبارکہ میں فضائل 62

خلیفہ دوم 66

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ 66

ولادت: 66

نام ونسب: 66
کنیت: 66
لقب: 66
حلیہ مبارک / وضع قطع: 66
سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی ازواج واولاد: 67
ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہما سے نکاح: 68
خاندانی اوصاف 69
1: نسب دانی: 69
2: شاعری: 69
3: سفارت: 69
4: شجاعت: 70
5: سرداری: 70
6: تجارت: 70
6: پہلوانی، گھڑ سواری: 71
تورات میں آپ کی نشانیاں: 71
انجیل میں آپ کی نشانیاں: 71
اسلام لانے سے پہلے: 71
عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام کی نبوی دعا: 72
قبولِ اسلام 72

قبول اسلام کے وقت دعائے نبوی: 74
امت کے چالیسویں مسلمان: 74
عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام سے آسمانوں میں خوشیاں: 75
مشرکین کی مایوسی: 75
قبول اسلام کی تشہیر: 75
عمر رضی اللہ عنہ... سراپا خیر وبرکت: 75
ہجرت مدینہ: 75
عقد مؤاخات: 76
غزوات میں شرکت: 76
بیوہ بیٹی کے لیے پیغام نکاح: 76
موافقات عمر رضی اللہ عنہ 77
1: اللہ کافروں کا دشمن ہے: 78
2: مقام ابراہیم کے قریب نماز: 79
3: نبی کا فیصلہ نہ ماننے والا مومن نہیں: 79
4: شراب کی حرمت: 80
5: بدر کے قیدیوں کا معاملہ: 82
6: منافق کی نماز جنازہ: 82
7: اللہ برکت والا اور سب سے بہتر پیدا کرنے والا ہے: 83
8: گھروں میں داخل ہوتے وقت اجازت مانگنا: 83

9:ازواج مطہرات کو پردے کا حکم: 84
10: منافقین کے لیے عدم استغفار: 84
نمایاں کارنامے 85
1: جمع قرآن کی تحریک: 85
2: قرآن کریم کی تعلیم کا مضبوط نظام: 86
3: مسئلہ باجماعت بیس رکعات تراویح: 87
4: تراویح سے متعلقہ دیگر فقہی فیصلے: 88
5: مفتوحہ علاقوں کے نظم و نسق: 89
6: اقلیتوں سے حسن سلوک: 89
7: قیام امن کی عملی کاوشیں: 90
8: اسلامی تقویم کی بنیاد: 91
9: بیت المال کے منظم نظام کی بنیاد: 92
10: عرب و عجم کے سنگم پر مرکزِ علم کوفہ کا قیام: 92
حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم 93
حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھر میں آمد و رفت: 93
حسین رضی اللہ عنہ سگی اولاد سے زیادہ عزیز: 93
حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو یمنی لباس کا ہدیہ: 94
حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو پانچ پانچ ہزار دراہم کا وظیفہ: 94
حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی عزت و توقیر: 95

زمانہ عدل کی بہاریں 96
1: پانی پر حکومت: 96
2: ہوا پر حکومت: 96
3: مٹی پر حکومت: 97
4: آگ پر حکومت: 97
اہم فتوحات 98
عمر رضی اللہ عنہ کا طرز حکمرانی قابل تقلید: 98
کمالات 99
1: دیانت وبلندی اخلاق: 99
2: سربراہ کا سادہ معیار زندگی: 99
3: انسانی حقوق میں مساوات: 100
4: حقوق نسواں کا حقیقی تصور: 101
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے واقعہ پر اشکال کا جواب: 101
5: بیت المال سے وظیفہ: 102
6: بیٹے کے لیے نیک بیوی کا انتخاب: 103
شہادت: 103
احادیث مبارکہ میں فضائل 105
اہل جنت کا چراغ: 105

عمر رضی اللہ عنہ... اس امت کے محدث: 105
عمر رضی اللہ عنہ... بولتے بھی حق سوچتے بھی حق ہیں: 105
عمر رضی اللہ عنہ... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وزیر: 105
عمر رضی اللہ عنہ... جنتی ہیں: 106
غضب باعث عزت خوشی باعث عدل: 106
خلیفہ سوم 107
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ 107
ولادت: 107
نام ونسب: 107
کنیت: 107
لقب مبارک: 107
حلیہ مبارک: 108
خاندان (ازواج واولاد) 109
بوقتِ شہادت چار بیویاں: 110
اسلام سے قبل سیرت وکردار: 110
عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں 111
قبولِ اسلام: 111
چوتھے مسلمان: 111
قبولِ اسلام کے بعد مصائب: 112

پہلا نکاح سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ سے: 112
خوبصورت ترین جوڑا: 112
دوسرا نکاح سیدہ ام کلثوم بنت رسول اللہ ﷺ سے: 113
پہلی ہجرت؛ ہجرتِ حبشہ 113
اشکال اور جواب: 114
دوسری ہجرت؛ ہجرتِ حبشہ 115
تیسری ہجرت؛ ہجرتِ مدینہ منورہ 115
عقدِ موالات: 116
عقدِ مؤاخات: 116
عثمان و اَوس بن ثابت رضی اللہ عنہما کے درمیان عقدِ مؤاخات: 116
حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی سخاوت 118
[1]: مسجد نبوی کی توسیع 118
[2]: میٹھے پانی کا کنواں 119
غزوات میں شرکت 120
غزوۂ بدر: 120
غزوۂ احد: 121
غزوۂ غَطفَان میں آپ ﷺ کے مدینہ میں نائب: 121
غزوۂ ذات الرقاع میں آپ ﷺ کے مدینہ میں نائب: 122
صلح حدیبیہ اور بیعتِ رضوان: 122

غزوۂ تبوک میں سامانِ جہاد کی فراہمی: 125

بارگاہِ خداوندی میں 128

بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں 132

(1):امت محمدیہ کا سب سے زیادہ باحیا انسان 132

(2):فرشتوں کا عثمان رضی اللہ عنہ سے حیا کرنا 132

(3):آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے بیعت علی القتال کرنا 132

(4):رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنا ہم حیثیت قرار دینا 132

(5):رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنا ولی قرار دینا 133

(6):بناتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح بذریعہ وحیِ الٰہی 133

(7):چالیس بیٹیاں ہوتیں تو بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے نکاح: 133

(8):آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی پیش گوئی کرنا 133

(9):بارگاہِ نبوی سے جنت کی بشارت 134

(10):عثمان رضی اللہ عنہ جنت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رفیق 134

(11):عثمان رضی اللہ عنہ کا ستر ہزار افراد کی شفاعت کرنا 134

(12):رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عثمان رضی اللہ عنہ پر اعتماد 134

(13):عثمان رضی اللہ عنہ کی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مشابہت: 135

(14):حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت: 135

(15):عثمان رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنے والا عند اللہ مبغوض 135

عہد صدیقی رضی اللہ عنہ میں 136

روم کی طرف پیش قدمی کے متعلق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی رائے: 136
قحط سالی میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سخاوت: 136
والی بحرین کے تقرر کے سلسلے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی رائے: 137
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مدینہ میں نائب: 138
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اعتماد: 138

عہدِ فاروقی رضی اللہ عنہ میں 140

امہات المومنین کی حفاظت پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا تقرر: 140
حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان واسطہ: 140
استخلاف عثمان رضی اللہ عنہ کا اشارہ: 140
استخلافِ عثمان رضی اللہ عنہ کے عملی مراحل: 141
استخلافِ عثمان رضی اللہ عنہ میں عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا دانشمندانہ کردار: 142

اپنے عہدِ خلافت میں 144

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے طرز خلافت کی ایک جھلک: 144
1: پہلا خطبہ 144
2: والیان حکومت کے نام پہلا خط 144
3: خراج وصول کرنے والوں کے نام پہلا خط.................................. 145
4: سپہ سالاروں کے نام پہلا خط 145
5: عام رعایا کے نام ہدایات 146
6: فوجیوں کے وظائف میں اضافہ 146

7:ساحلی علاقوں کی مضبوطی 146

8:بچوں کے وظائف 146

فتوحات 148

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے طرزِ فقاہت کی ایک جھلک 149

1:جمع قرآن کے مراحل اور عثمانی مصحف 149

پہلا مرحلہ عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں: 149

دوسرا مرحلہ عہدِ صدیقی رضی اللہ عنہ میں: 150

عہد نبوی اور عہد صدیقی کی کتابت قرآنی: 152

تیسرا مرحلہ عہدِ عثمانی رضی اللہ عنہ میں: 153

عہد صدیقی اور عہد عثمانی کی کتابت قرآنی: 155

2:مسئلہ اتباع سلف 155

3:ترک قراءۃ خلف الامام 156

4:جمعہ کی اذان ثانی 156

5:مسئلہ بیس تراویح 157

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے طرزِ عبادت کی ایک جھلک 157

1:ایک رکعت میں مکمل قرآن کریم کی تلاوت 158

2:روزوں کی کثرت 158

3: مسلسل دس حج 158

4:صلہ رحمی 158

5: تواضع وانکساری 159
6: خشیت الٰہی 159
قتلِ عثمان رضی اللہ عنہ کے محرکات واسباب 160
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ 164
دشمنوں کے سامنے اپنی حیثیت واضح فرمائی: 165
ایام محاصرہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مبارک جذبہ: 165
1: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ 166
2: حضرت زبیر بن العوّام رضی اللہ عنہ 166
3: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ 166
4: حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما 167
5: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ 167
6: حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما 168
7: سیدہ نائلہ بنت الفرافصہ رضی اللہ عنہا 168
7: حسنین کریمین اور اولاد صحابہ رضی اللہ عنہم 169
عہدِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پاسداری: 169
اعتراض: 169
جواب: 170
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت 171
شہادت کی پیش گوئی: 171

شہادت سے قبل ایک خواب: 171
عبادت بوقتِ شہادت 172
1: تلاوتِ قرآن 172
2: روزہ 173
3: غلاموں کی آزادی 173
4: قیام امن کا حکم 173
5: دعا 173
شہادت اور شہادت کے بعد 174
حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ڈانٹ: 174
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا وصیت نامہ: 174
نماز جنازہ: 175
بوقتِ شہادت فرشتوں کی دعائے مغفرت: 175
تکفین و تدفین: 176
شہادت کا دن، مہینہ اور سال: 176
کل عمر: 176
کل زمانہ خلافت: 176

خلیفہ اول

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

ولادت:

آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت واقعہ فیل سے تقریباً دو سال چار ماہ بعد (سن 573ء میں) ہوئی۔(یوں نبی کریم ﷺ سے آپ دو سال چند ماہ چھوٹے ہیں۔)

نام مبارک:

زمانہ جاہلیت میں حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام "عبد الکعبہ" تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام "عبد اللہ" تجویز فرمایا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا آسمانی نام:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کافی دیر (اس جگہ کے) ایک کنارے پر کھڑے رہے۔ اتنے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وہاں سے گزر ہوا۔ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی: اے محمد! یہ تو ابو قحافہ کے بیٹے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جبرئیل! کیا تم اسے آسمانوں میں جانتے ہو؟ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے حضرت ابو بکر تو آسمانوں میں زمین سے زیادہ شہرت کے حامل ہیں اور انہیں آسمانوں میں "حلیم" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

فائدہ: حلیم کہتے ہیں زیادہ حوصلہ مند انسان کو۔

سلسلۂ نسب:

آپ کے والد ماجد ابو قحافہ کا نام عثمان تھا، جن کا تعلق بنو تیم قبیلہ سے تھا۔ نسب مبارک اس طرح ہے:

ابو قحافہ عثمان بن عامر بن عمر بن کعب بن سعد بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فِہر القَرشی التیمی۔

جبکہ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام ام الخیر سلمیٰ تھا۔ ان کا نسب مبارک اس طرح ہے: سلمیٰ بنت صخر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم۔

کنیتِ وصفی:

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو بکر ہے یہ کنیت وصفی ہے۔ وصفی کا معنیٰ یہ ہے کہ آپ کو ابو بکر آپ کی اولاد میں کسی کا "بکر" نام ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ آپ کے کام کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ "ابو بکر" کا معنی ہے پہل کرنے والا۔ لغت کی معروف کتاب المنجد میں ہے:

اَلْبِکْرُ: ہر فعل کہ اس جیسا اس سے پہلے نہ ہوا ہو۔ اَلْبَاکُوْرَۃُ: پہلا میوہ

اَلْمُبْکِرُ: موسم بہار کی پہلی بارش۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ پہل کرنے والے ہیں:

اسی سے "ابو بکر" ہے جس کا معنی ہے ہر (نیک) کام میں پہل کرنے والا۔

1: اسلام قبول کرنے میں ابو بکر رضی اللہ عنہ پہل کرنے والے ہیں۔

2: دعوتِ اسلام دینے میں ابو بکر رضی اللہ عنہ پہل کرنے والے ہیں۔

3: مکہ مکرمہ میں بیت اللہ کے بعد مسجد بنانے میں ابو بکر رضی اللہ عنہ پہل کرنے والے ہیں۔

4: اسلام کے لیے مصائب سہنے میں ابو بکر رضی اللہ عنہ پہل کرنے والے ہیں۔

5: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرنے میں ابو بکر رضی اللہ عنہ پہل کرنے والے ہیں۔

6: غلاموں کو آزاد کرانے میں ابو بکر رضی اللہ عنہ پہل کرنے والے ہیں۔

7: یتیموں کی مدد کرنے میں ابو بکر رضی اللہ عنہ پہل کرنے والے ہیں۔

8: امیر حج بنائے جانے میں ابو بکر رضی اللہ عنہ پہل کرنے والے ہیں۔

9: مصلیٰ نبوت پر امامت کرانے میں ابو بکر رضی اللہ عنہ پہل کرنے والے ہیں۔

10: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت امت کو تسلی دینے میں ابو بکر رضی اللہ عنہ پہل کرنے والے ہیں۔

11: خلافت میں ابو بکر رضی اللہ عنہ پہل کرنے والے ہیں۔

12: نبی کریم ﷺ کے بعد عقیدہ حیات النبی ﷺ کو بیان کرنے میں ابو بکر رضی اللہ عنہ پہل کرنے والے ہیں۔

13: منکرین ختم نبوت کی سرکوبی کرنے میں ابو بکر رضی اللہ عنہ پہل کرنے والے ہیں۔

14: مرتدین کے خلاف جہاد کرنے میں ابو بکر رضی اللہ عنہ پہل کرنے والے ہیں۔

15: مانعین زکوۃ کے خلاف قتال کرنے میں ابو بکر رضی اللہ عنہ پہل کرنے والے ہیں۔

16: قرآن کریم کو جمع کرنے میں ابو بکر رضی اللہ عنہ پہل کرنے والے ہیں۔

17: نبی کریم ﷺ کے پاس روضہ مبارکہ میں سب سے پہلے آرام فرمانے میں بھی ابو بکر رضی اللہ عنہ پہل کرنے والے ہیں۔

القاب:

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے القاب؛ صدیق، عتیق، امیر الشاکرین اور اواہ ہیں۔ ان میں پہلے دو زیادہ مشہور و معروف ہیں۔

صدیق (بمعنیٰ سچاترین انسان):

صدیقہ کائنات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جس رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد اقصیٰ کی سیر کرائی گئی۔ دوسرے دن صبح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے لوگوں کو بتلایا، کچھ لوگ منکر بن کر مرتد ہوگئے جو بظاہر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر تصدیق کر چکے تھے۔ وہ بھاگتے بھاگتے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے: آپ کے دوست (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) یہ گمان کرتے ہیں کہ انہیں آج رات بیت المقدس تک سیر کرائی گئی ہے کیا آپ اپنے دوست کی تصدیق کرتے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ کیا واقعتاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جی ہاں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تو یقیناً سچ فرمایا ہے۔

انہوں نے پوچھا کہ کیا آپ اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ وہ رات بیت المقدس گئے اور صبح سے پہلے واپس آگئے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی بالکل! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق اس خبر کے بارے میں بھی کرتا

ہوں جو اس سے زیادہ (بظاہر) بعید (از عقل) ہے۔ میں تو صبح و شام آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی وحی کی تصدیق کرتا ہوں۔

اسی سے ابو بکر رضی اللہ عنہ کا لقب "صدیق" مشہور ہو گیا۔

لقب "صدیق" آسمان سے نازل ہوا:

حضرت ابو یَحییٰ حُکیم بن سعد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو اللہ کی قسم اٹھا کر یہ بات کہتے ہوئے سنا کہ ابو بکر کا لقب "صدیق" آسمان سے اتارا گیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گواہی:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث مبارک سنتا تو اللہ تعالیٰ (اس کو ماننے اور عمل کرنے کی وجہ سے) مجھے نفع دیتے۔ اور جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک کسی اور سے سنتا تو اس سے قسم لیتا (کہ واقعی وہ فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سنا رہے ہیں) جب وہ قسم اٹھا لیتا تو میں اسے حدیث تسلیم کر لیتا۔ لیکن ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جب بھی مجھ سے حدیث بیان فرمائی تو ابو بکر نے ہمیشہ سچ ہی بولا۔ (اس لیے ان سے قسم لینے کی ضرورت نہیں تھی)

لفظ صدیق پر لغت کے چند حوالے:

1: صدیق: بہت سچا۔ سچائی میں کامل۔ عمل سے اپنی بات کا سچ کر دکھانے والا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا لقب (المنجد، تحت صدق)

2: صدیق بسیار راست گو ولقب خلیفہ اول است۔ (منتخب اللغات، باب الصاد مع القاف)

ترجمہ: صدیق کا معنی ہے: انتہائی سچ بولنے والا۔ یہ خلیفہ اول کا لقب ہے۔

3: صدیق: وبغایت راست پندارندہ سخن کسی را ولقب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کہ بر نبوۃ و معراج حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اول از ھمہ ایمان آورند۔ (غیاث اللغات، باب الصاد)

ترجمہ: کسی کے کلام کو انتہائی سچا جاننے والا اور یہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا لقب ہے کیونکہ انہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور (بالخصوص) واقعہ معراج کی سب سے پہلے تصدیق کی۔

عتیق (بمعنیٰ جہنم سے آزاد):

حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ؛ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اے ابو بکر!) آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آگ سے آزاد (محفوظ) ہو۔ چنانچہ اسی دن سے آپ رضی اللہ عنہ کا نام (لقب) عتیق پڑ گیا۔

اَوَّاہ (بمعنیٰ اللہ کی یاد میں آہیں بھرنے والا):

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کا اپنی نرم دلی اور رحم دلی کی وجہ سے لقب اَوّاہ (بھی) ہے۔

امیر الشاکرین:

امام عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن احمد السُّہَیلی رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 581ھ) فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا لقب "امیر الشاکرین" بھی ہے۔

پاکیزہ بچپن اور جوانی

برے عقائد و اعمال سے حفاظت:

آپ رضی اللہ عنہ کا بچپن طبعی طور پر بُرے عقائد اور برے اعمال سے ہمیشہ پاک وصاف رہا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مہاجرین اور انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حاضر خدمت تھے۔ اسی دوران حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنا واقعہ سناتے ہوئے فرمایا کہ اے اللہ کے رسول! میں نے آج تک کسی بت کو سجدہ نہیں کیا باوجودیکہ میری زندگی کا ایک طویل حصہ زمانہ جاہلیت میں بھی گزرا ہے، ایک دن میرے والد ابو قحافہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے ایک بت خانے میں لے گئے جہاں بت رکھے ہوئے تھے اور مجھ سے کہا کہ یہی تیرے بلند وبالا قابل عزت معبود ہیں، انہیں سجدہ کرو۔ یہ کہا

اور خود وہاں سے آگے کو چل دیے۔ میں بت کے قریب گیا اور اسے (عاجز کرنے کے لیے) کہا: مجھے بھوک لگی ہے کھانا دو! بت نے جواب نہ دیا۔ میں نے کہا: مجھے کپڑوں کی ضرورت ہے لباس دو! بت نے جواب نہ دیا۔ میں نے ایک پتھر اٹھایا اور اس سے کہا: میں تجھے یہ پتھر مارنے لگا ہوں اگر تو واقعتاً الٰہ (معبود) ہے تو اپنے آپ کو مجھ سے بچا کر دکھا! بت نے جواب نہ دیا۔ چنانچہ میں نے اس بت کو پتھر دے مارا اور وہ منہ کے بل نیچے آگرا۔ اس کے گرنے کی آواز کی وجہ سے میرے والد چونکے، میری طرف واپس پلٹے، پوچھا: بیٹے! کیا بات ہے؟ میں نے کہا: وہی جو آپ کو نظر آرہا ہے۔

میرے والد مجھے میری والدہ کے پاس لے آئے اور سارا واقعہ بتایا۔ میری والدہ کہنے لگیں: اس کو چھوڑ دیجیے (اس کے بارے میں پریشان نہ ہوں) یہ وہ بچہ ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے چند عجیب و غریب غیب کی باتیں بتائی گئیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے والدہ سے عرض کی کہ کون سی باتیں بتائی گئی ہیں؟ میری والدہ نے بتایا کہ جب مجھے دردِزہ (زچگی کی تکلیف) ہوئی، میرے پاس اس وقت کوئی نہیں تھا تو غیب سے آواز آئی، ایک کہنے والا کہہ رہا تھا: اے اللہ کی بندی! تجھے اس بچے کی خوشخبری ہو جس کا نام آسمانوں میں صدیق ہے، جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا صحابی اور ہر وقت میں ساتھ دینے والا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بات مکمل ہوئی تو جبرئیل امین علیہ السلام نازل ہوئے اور فرمایا: واقعی! ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سچ فرمایا اور صدیق کی بات کی تین بار تصدیق فرمائی۔

جوانی:

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے اوپر شراب کو حرام کر رکھا تھا، نہ زمانہ جاہلیت میں کبھی شراب پی اور نہ ہی زمانہ اسلام میں۔

خاندان

ازواج:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چار شادیاں کیں۔ آپ کی بیویوں کے نام درج ذیل ہیں:

1:	قتیلہ	2:	ام رومان
3:	اسماء بنت عمیس	4:	حبیبہ بنت خارجہ انصاریہ

نوٹ: قتیلہ اور ام رومان سے زمانہ جاہلیت میں نکاح کیا۔ اسماء بنت عمیس اور حبیبہ بنت خارجہ سے زمانہ اسلام میں نکاح کیا۔ قتیلہ کے علاوہ باقی تینوں ازواج مشرف باسلام ہوئیں۔

اولاد:

- قتیلہ سے ایک بیٹی اسماء اور ایک بیٹا عبد اللہ پیدا ہوئے۔
- ام رومان رضی اللہ عنہا سے ایک بیٹی عائشہ صدیقہ اور ایک بیٹا عبد الرحمٰن پیدا ہوئے۔
- اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے صرف ایک بیٹا محمد پیدا ہوا۔
- حبیبہ بنت خارجہ انصاریہ سے ایک بیٹی ام کلثوم پیدا ہوئی۔

نوٹ: بیٹوں میں سلسلہ نسب حضرت عبد الرحمٰن اور محمد سے چلا۔

قبولِ اسلام

مبارک خواب:

حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کا اسلام وحیِ آسمانی کے مشابہ ہے۔ وہ اس طرح کہ آپ شام میں بغرض تجارت تشریف لے گئے اور وہاں ایک خواب دیکھا۔ اس کی تعبیر بحیرا راہب سے پوچھی تو اس نے کہا کہ آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ فرمایا: مکہ سے۔ اس نے پوچھا کہ کس قوم سے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ سے جواب دیا کہ قریش۔ اس نے پوچھا کہ مشغلہ کیا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تاجر ہوں۔ وہ کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے خواب کو ضرور سچ کرے گا وہ اس طرح کہ آپ کی قوم میں ایک نبی مبعوث ہوں گے، آپ ان کی زندگی میں ان کے وزیر ہوں گے اور ان کی وفات کے بعد ان کے خلیفہ ہوں گے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس بات کو اپنے دل میں چھپائے رکھا۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلانِ نبوت فرمایا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور (اطمینانِ قلبی کے لیے) دلیل مانگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ میری نبوت کی دلیل وہ خواب ہے جو آپ نے شام میں دیکھا تھا۔ چنانچہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر بوسہ دیا اور کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔

پہلے صحابی:

حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اس امت میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے ایمان لانے والے (خواتین میں سے) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور مردوں میں سے حضرت ابو بکر اور علی رضی اللہ عنہما ہیں اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام کا اعلان سب سے پہلے کیا۔

عملی زندگی

ابو بکر رضی اللہ عنہ کا تکالیف برداشت کرنا:

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد 38 ہو گئی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کے اعلان و اظہار کے متعلق اصرار کے ساتھ عرض کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر! ابھی ہماری تعداد کم ہے، حضرت ابو بکر بار بار اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آمادہ ہو گئے اور ہر قبیلے کے مسلمان مسجد (حرام) کے ارد گرد جمع ہو گئے۔

حضرت ابو بکر اظہارِ اسلام کے لیے کھڑے ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی مجلس میں تشریف فرما تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پہلے خطیب ہیں جنہوں نے لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم (پر ایمان لانے) کی طرف بلایا۔ مشرکین (نے جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی باتیں سنیں تو) ابو بکر اور دوسرے مسلمان کو مارنے کے لیے ٹوٹ پڑے۔ مسجد حرام میں انہیں بری طرح مارا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کو تو اتنا زیادہ مارا کہ انہیں اپنے پیروں تلے روند ڈالا۔

انہی مشرکوں میں ایک عتبہ بن ربیعہ بھی تھا جس نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اپنے جوتوں کے ساتھ اتنی بے دردی سے مارنا شروع کیا کہ آپ کی ناک چہرے کے ساتھ چپٹی ہو کر رہ گئی۔ کچھ دیر بعد آپ رضی اللہ عنہ کے قبیلے بنو تیم والے وہاں پہنچے اور مشرکین کو آپ رضی اللہ عنہ سے دور ہٹایا۔ اور ایک کپڑے میں ڈالا اور اٹھا کر ان کے گھر پہنچایا۔ (آپ اس قدر زخمی ہو چکے تھے کہ) انہیں آپ کی موت یقینی نظر آنے لگی۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کے قبیلے والے مسجد حرام میں آئے اور اعلان کرتے ہوئے کہا: اللہ کی قسم! اگر ابو بکر (انہی زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے) مر گئے تو ہم (اس کے بدلے میں) عتبہ بن ربیعہ کو مار ڈالیں گے۔

بہر حال! وہ (بدلے کا اعلان کرنے کے بعد) آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، آپ رضی اللہ عنہ کے والد ابو قحافہ اور آپ کے قبیلے بنو تیم کے لوگ آپ سے برابر باتیں کرتے لیکن آپ زخموں سے نڈھال ہونے کی وجہ سے

جواب نہ دے سکتے تھے یہاں تک کہ شام کے قریب جواب دیا اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ اس پر آپ کے قبیلہ والوں کو آپ کو ملامت کی (کہ پہلے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے تمہاری یہ حالت ہوئی ہے اب پھر انہی کا پوچھ رہے ہو؟) اور آپ کو اکیلا چھوڑ کر چل دیے۔

اور آپ کی والدہ ام الخیر بنت صخر سے کہنے لگے: دیکھو! انہیں کچھ کھلا پلا دینا۔ آپ کی والدہ آپ کے پاس آئیں اور کھانے پینے کا اصرار کیا۔ لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: پہلے یہ بتاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ ام الخیر کہنے لگی: بخدا! مجھے آپ کے دوست کی کچھ خبر نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ ام جمیل بنت خطاب کے پاس جائیں اور ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خیریت دریافت کر کے آئیں۔ ام الخیر؛ ام جمیل کے پاس آئیں اور کہا: ابو بکر آپ سے محمد بن عبد اللہ کی خیریت کے بارے پوچھ رہا ہے۔ ام جمیل نے (رازداری اور خوف کی وجہ سے) کہا کہ میں نہ ابو بکر کو جانتی ہوں اور نہ محمد بن عبد اللہ کو۔ ہاں اگر تم چاہو تو میں تمہارے بیٹے کے پاس چل سکتی ہوں۔ ام الخیر نے کہا کہ ضرور تشریف لے چلیں۔ ام جمیل ساتھ آئیں اور آکر آپ رضی اللہ عنہ کو دیکھا: ابو بکر (نڈھال) پڑے ہوئے ہیں اور شدتِ تکلیف سے قریب المرگ ہیں۔

ام جمیل آپ رضی اللہ عنہ کے قریب آئیں (اور بے قابو ہو کر) چیخ اٹھیں اور کہا: اللہ کی قسم! جن لوگوں نے آپ کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے وہ فاسق اور کافر ہیں اور مجھے پورا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے آپ کا انتقام ضرور لیں گے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ان سے فرمایا کہ (ان باتوں کو چھوڑو) مجھے پہلے یہ بتاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ ام جمیل نے (آہستہ سے) کہا: آپ کی والدہ سن رہی ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ ان کی پرواہ نہ کریں۔ تب ام جمیل نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (بحمد اللہ) صحیح سالم ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ اب اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟ ام جمیل نے کہا کہ دارِ ارقم میں۔ (ام الخیر اور ام جمیل دونوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے کچھ کھانے پینے کے لیے اصرار کیا تو) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اللہ سے عہد کیا ہے کہ جب تک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہ ہو جاؤں (اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیر وعافیت سے دیکھ نہ لوں) اس وقت تک نہ کچھ کھاؤں گا اور نہ کچھ پیوں گا۔ (حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی یہ باتیں سن کر ام الخیر اور ام جمیل کھلانے پلانے سے مایوس سی ہو گئیں)

کچھ دیر توقف کیا یہاں تک کہ لوگوں کی آمد و رفت ختم ہو گئی اور یہ دونوں آپ رضی اللہ عنہ کو لے کر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کے پہنچیں۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ جونہی بارگاہ نبوی میں پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا بوسہ لینے کے لیے آپ پر (شفقت و محبت کی وجہ سے) جھک پڑے، دیگر مسلمان بھی آپ پر (بوسہ لینے کے لیے) جھک پڑے اور آپ رضی اللہ عنہ کی حالت دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر شدید رقت طاری ہو گئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ اب مجھے کوئی تکلیف نہیں۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ کی دعوت سے مسلمان ہونے والے:

دعوت و تبلیغ میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھرپور ساتھ دیا آپ رضی اللہ عنہ کی محنت سے حضرت عثمان، طلحہ بن عبید اللہ، زبیر بن عوام، سعد بن ابی وقاص اور عبد الرحمٰن بن عوف، عثمان بن مظعون، ابو عبیدہ بن جراح، سلمہ بن عبد الاسد، ارقم بن ابی ارقم رضی اللہ عنہم مسلمان ہوئے۔

فائدہ: مذکورہ افراد میں سے پہلے 5 حضرات عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں۔ عشرہ مبشرہ ایک اصطلاح ہے جس کا معنیٰ ہے کہ ایک ہی مجلس میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام لے کر جنتی ہونے کی بشارت دی ہے۔

اسلام کے لیے مالی قربانیاں

آپ رضی اللہ عنہ نے ہر موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جیسی اپنی جان اپنی اولاد اپنا گھر بار قربان کیا اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے مال کو بھی قربان کیا۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مال نے سب سے زیادہ فائدہ دیا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمیں ابو بکر کے مال جتنا نفع کسی اور کے مال نے نہیں دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات سن کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور عرض کی: میں اور میرا مال آپ ہی کا تو ہے۔ (جیسے اسے خرچ فرمائیں)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مال میں نبوی تصرف:

حضرت سعید بن مسیب (تابعی) رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی مسلمان کے مال سے مجھے اتنا نفع نہیں ہوا جتنا نفع مجھے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مال سے ہوا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مال کو ایسے خرچ فرماتے جیسے اپنے مال کو خرچ فرماتے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے مال کو اللہ کے نام پر قربان کر دیا۔ اس کی چند صورتیں درج ذیل ہیں۔

غلاموں کو آزاد کرانا:

آپ نے جن غلاموں کو آزاد کرایا۔ ان میں سے چند کے نام درج ذیل ہیں:

- حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ
- حضرت عامر بن فُهَیرہ رضی اللہ عنہ
- حضرت ابو فُکَیْہہ رضی اللہ عنہ
- سیدہ لُبَیْنَہ رضی اللہ عنہا
- سیدہ زَنِیْرَہ رضی اللہ عنہا

مساکین پر خرچ کرنا:

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فقراء مساکین بالخصوص اپنے قریبی رشتہ داروں پر کثرت کے مال خرچ کرتے تھے اور ان کی ضروریات کو پورا فرماتے تھے۔ حضرت مسطح بن اُثاثہ رضی اللہ عنہ بدری صحابی تھے اور مالی طور پر کمزور تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد تھے۔ آپ ان کی مالی کفالت فرمایا کرتے تھے۔ جب افک کا دلخراش سانحہ پیش آیا تو حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کی زبان سے بھی کچھ جملے نکل گئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو انہیں شدید صدمہ ہوا۔ جب سیدہ رضی اللہ عنہا کی براءت نازل ہوئی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے قسم اٹھا لی کہ آئندہ مسطح کو خرچ نہیں دیں گے۔ اس وقت درج ذیل آیت کریمہ نازل ہوئی۔

﴿ وَ لَا يَأْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَ السَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْۤا اُولِي الْقُرْبٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۪ۖ وَ لْيَعْفُوْا وَ لْيَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲﴾ ﴾

سورۃ النور، رقم الآیۃ:22

ترجمہ: تم میں اہلِ خیر اور مالی وسعت رکھنے والے لوگ ایسی قسم نہ کھائیں کہ وہ رشتہ داروں، مسکینوں اور اللہ کے راستے میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ نہیں دیں گے اور انہیں چاہیے کہ معافی اور درگزر سے کام لیں۔ کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں کہ اللہ تمہاری خطائیں معاف کرے اور اللہ بہت زیادہ بخشنے والے بہت رحم کرنے والے ہیں۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی اور ان الفاظ تک پہنچے ﴿اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَکُمْ﴾ کہ کیا آپ کو یہ بات پسند نہیں کہ اللہ آپ کی خطائیں معاف کرے؟ تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ضرور ضرور! اے میرے رب مجھے یہ بات پسند ہے کہ میری خطائیں بخش دی جائیں۔ اور جو کچھ ہوا میں اسے درگزر کرتا ہوں۔

نوٹ: آپ رضی اللہ عنہ نے ہجرت کے موقع پر گھر کا سارا مال خرچ کر دیا جس کا واقعہ ہجرت کے تحت آرہا ہے۔

مسجد نبوی کی تعمیر میں حصہ:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں (ہجرت فرما کر) تشریف لے آئے، تو سب سے پہلے مدینہ کے بالائی حصہ میں بنو عمرو بن عوف کے یہاں تشریف لائے اور 14 دنوں تک قیام فرمایا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ بنو نجار کو بلایا، وہ لوگ تلواریں لٹکائے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ راوی فرماتے ہیں کہ وہ منظر ابھی تک میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر تشریف فرما ہیں جبکہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں، قبیلہ بنو نجار کے لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چاروں اطراف سے اپنے حصار میں لے رکھا ہے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے تشریف فرما ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ یہ تھی کہ جہاں بھی نماز کا وقت آجاتا تو فوراً نماز ادا فرما لیتے، (اگر نماز کا وقت ہو جاتا تو) آپ بکریوں کے باڑے کے قریب (پاک جگہ پر) بھی نماز ادا فرما لیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں مسجد بنانے کا حکم دیا، قبیلہ بنو نجار کے لوگوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بنو نجار! (اس باغ والی جگہ پر ہم نے مسجد بنانی ہے اس لیے آپ لوگ) اس باغ (والی جگہ) کی قیمت مجھ سے لے

لو۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس کی قیمت ہم صرف اللہ سے مانگتے ہیں (یعنی اللہ سے اس کے ثواب کی امید پر بغیر معاوضے کے دیتے ہیں)

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ان دونوں یتیم بھائیوں (سہل اور سُہَیل) کو (مسجد کے لیے لی گئی زمین کی) قیمت ادا کرو۔

فائدہ: اس وقت سے لے کر اب تک اور قیامت تک جتنے لوگوں نے مسجد نبوی میں نماز ادا کی / کر رہے ہیں / کریں گے۔ ان کا ثواب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بھی مل رہا ہے اور ملتا رہے گا۔

نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کو حق مہر کی رقم دینا:

امام ابو عبد اللہ محمد ابن سعد ابن منیع البصری رحمہ اللہ (المتوفیٰ:230ھ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کرتے ہیں جس میں آپ رضی اللہ عنہا اپنی ہجرت اور اپنی رخصتی کا طویل قصہ بیان فرماتی ہیں۔ اس میں یہ الفاظ ہیں:

(ہجرت کر کے جب ہم لوگ مدینہ آئے تو) ہم لوگ کچھ دن اس مکان میں رہے جہاں میرے والد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ قیام پذیر تھے۔ پھر ایسا ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرے والد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ اپنی اہلیہ کی رخصتی کیوں نہیں کرا لیتے؟ (یعنی آپ اپنی زوجہ کو اپنے گھر کیوں نہیں بلوا لیتے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِس وقت میرے پاس حق مہر ادا کرنے کے لیے رقم موجود نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات سن کر میرے والد سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بارہ اوقیہ اور ایک نش چاندی (یعنی 500 دراہم) دیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تمام رقم مجھے بھجوائی اور میری رخصتی اسی گھر میں عمل میں آئی جس میں مَیں اب رہتی ہوں اور اسی میں ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی۔

فائدہ: ایک اوقیہ چاندی 40 درہم کے برابر ہوتی ہے۔ 12 اوقیہ چاندی کے 480 درہم بنتے ہیں۔ ایک نش؛ آدھا اوقیہ چاندی کے برابر یعنی 20 درہم کا ہوتا ہے۔ یوں بارہ اوقیہ اور ایک نش کی مجموعی مقدار 500 درہم بنتی ہے۔

غزوہ تبوک میں گھر کا سارا مال خرچ کرنا:

سن 9 ہجری ماہ رجب المرجب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے شام کی طرف تقریباً 670 کلومیٹر کے فاصلے پر تبوک تشریف لے گئے۔ یہ انتہائی سخت تنگی کا زمانہ تھا، پھل پک چکے تھے اور عرب کا سارا دار و مدار کھجور کی فصل پر ہوتا تھا اس لئے مسلمانوں کے لئے بہت مشکل تھا اس لئے اس غزوہ کو ذات العسرۃ بھی کہا جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے مالی تعاون کا حکم دیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بڑھ چڑھ کر اس میں حصہ لیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے گھر کا سارے کا سارا مال اللہ کے نام پر پیش کر دیا۔

حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ اپنے والد (حضرت ابو خالد اسلم القرشی العدوی رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے یہ واقعہ سنا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہمیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کرنے کا حکم دیا، اس دن میرے پاس مال موجود تھا تو میں نے (دل ہی دل میں) کہا کہ آج میں ابو بکر سے نیکی کے کام میں آگے بڑھ سکتا ہوں۔ چنانچہ میں اپنے گھر کا آدھا سامان لے کر خدمتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔ مجھ سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ آئے ہو؟ میں نے عرض کی کہ اتنا ہی (یعنی آدھا) گھر چھوڑ آیا ہوں۔ اسی دوران ابو بکر صدیق بھی تشریف لائے اور اپنے گھر کا کل کا کل سامان خدمتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بھی پوچھا کہ ابو بکر! گھر کیا چھوڑ آئے ہو؟ انہوں نے عرض کی: گھر والوں کے لیے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ آیا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر فرمایا: میں نیکی کے کسی کام میں ابو بکر سے کبھی بھی آگے نہیں بڑھ سکتا۔

ہجرتِ مدینہ

نبی و صدیق کی ہجرت مدینہ:

مشرکینِ مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے آپ کو (بحکم خدا) مطلع کیا کہ آج رات ہی آپ یہاں سے یثرب کی طرف روانہ ہو جائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کے وقت (گرمی سے بچاؤ کے لیے) سر پر چادر ڈالے ہوئے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے، اس وقت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ لکڑی کے ایک تخت پر بیٹھے ہوئے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت مانگی تو تخت سے اتر کر کھڑے ہوگئے اور عرض کی کہ تشریف لائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ اہم مشورہ کرنا ہے، لوگوں کو ہٹادو۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے گھر والوں کے علاوہ کوئی نہیں ہیں، آپ بے فکر ہو کر ارشاد فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اب مجھے بھی ہجرت کرنے کا حکم مل چکا ہے اور میں نے آج رات ہی یثرب جانا ہے۔" حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، کیا مجھے بھی ساتھ چلنے کی سعادت نصیب ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آپ میرے ساتھ ہی چلیں گے۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات سن کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خوشی سے رو پڑے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس سے پہلے مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ خوشی کے بھی آنسو ہوتے ہیں۔ اپنے والد کو خوشی سے اشک بار ہوتا ہوا دیکھا تو اس بات کا یقین ہوا کہ خوشی کے بھی آنسو ہوتے ہیں۔

حضرت عائشہ اور آپ کی بڑی بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہما سامانِ سفر تیار کرنے میں مصروف ہوگئیں۔ ایک برتن میں کھانا اور دوسرے میں پانی رکھا۔ اب دونوں کو ایک جگہ اکٹھا باندھنے کے لیے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو جب کوئی چیز نہ ملی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے عرض کی: ابو جان! کھانے اور پانی کے برتنوں کو اکٹھے باندھنے کے لیے مجھے اپنے نِطاق کے علاوہ کوئی چیز نہیں مل رہی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نِطاق کے دو ٹکڑے کر دو اور اس میں اس کو اچھی طرح باندھ دو! حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اپنے نِطاق کو لمبائی میں چیرا اور اس کے دو حصے کر دیے ایک سے پانی کا برتن جبکہ دوسرے سے کھانے کے برتن کو اچھی طرح باندھ دیا۔ اسی دن سے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا لقب "ذات النِطاقَین" پڑ گیا۔

فائدہ: "نِطاق" عربی زبان میں کمر بند کو کہتے ہیں جسے عرب کی خواتین اپنی کمر پر مضبوطی سے باندھتی تھیں تاکہ تہبند وغیرہ ڈھیلا نہ ہو۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سفری انتظامات:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پہلے ہی سے سفر سے متعلق درج ذیل چند اہم انتظامات کیے ہوئے تھے:

1: چار ماہ پہلے سے دو خوب صحت مند اونٹ تیار کیے۔

2: اندھیری رات میں راستہ بتانے والے ایک شخص (عبد اللہ بن ارقد) کو اجرت پر تیار کیا اور اس سے کہا کہ ٹھیک وقت پر ہمارے پاس یہ اونٹ لے آنا۔

3: اپنے بیٹے عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو یہ ذمہ داری سونپی کہ روزانہ رات کے وقت ہمیں قریش کی باتوں اور چہ میگوئیوں کی اطلاع دینا۔

4: اپنی بیٹی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو کھانا پہنچانے کی ذمہ داری سونپی۔

5: اپنے آزاد کردہ غلام حضرت عامر بن فُہیرہ رضی اللہ عنہ جو آپ کی بکریاں بھی چرایا کرتے تھے، کو حکم دیا کہ دن بھر بکریوں کو چرا کر رات کو ہمارے پاس غار میں لے آنا تاکہ ہم ان کا دودھ پی سکیں۔

6: جتنا مال گھر میں موجود تھا وہ بھی سفر میں ساتھ لے لیا تھا۔

یکم ربیع الاول جمعرات تھی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جب گھر سے نکلنے لگے تو اس وقت گھر میں موجود جتنی رقم تھی سب اپنے ساتھ رکھ لی۔ آپ کے والد ابو قحافہ عثمان نابینا تھے اور کافی بوڑھے تھے اور ابھی تک مسلمان بھی نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنی پوتی سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے کہا: بیٹی! میرا خیال ہے کہ تمہارا والد تمہیں دوہری تکلیف میں ڈال گیا ہے، خود بھی چلا گیا اور گزر بسر کے لیے جمع پونجی بھی اپنے ساتھ لے گیا ہے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ان کی تسلی کے لیے فرمایا کہ دادا جان! وہ ہمارے لیے بہت کچھ چھوڑ گئے ہیں۔ ابو قحافہ نے کہا کہ کہاں ہے؟ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے چند پتھر لے کر اس گھڑے میں ڈال دیے جس میں دراہم و دینار جمع ہوتے تھے اور ان کے اوپر ایک کپڑا رکھ دیا اور دادا کا ہاتھ پکڑ کر اس گھڑے پر رکھ دیا۔ ابو قحافہ ٹٹول کر کہنے لگے: اب اتنی پریشانی نہیں۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جذبہ محبت:

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مکہ سے جبلِ ثور کی جانب چلے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کبھی آپ کے آگے آگے چلتے، کبھی پیچھے کی جانب، کبھی دائیں جانب اور کبھی بائیں جانب۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وجہ پوچھی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! جب یہ خدشہ ہوتا ہے کہ کہیں کوئی دشمن سامنے سے آپ پر حملہ نہ کر دے تو دوڑ کر آگے آجاتا ہوں، جب یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ کوئی پیچھے سے وار نہ کرے تو پیچھے آجاتا ہوں، جب یہ کھٹکا ہوتا ہے کہ کوئی دائیں جانب سے کوئی نقصان نہ پہنچائے تو دائیں جانب آجاتا ہوں اور جب یہ خوف ہوتا ہے کہ کوئی بائیں جانب سے آپ کو تکلیف نہ پہنچائے تو بائیں جانب آجاتا ہوں۔

رات کی تاریکی میں پتھریلی زمین پر چلنے کی وجہ سے دونوں (نبی و صدیق) کے پاؤں زخمی ہو گئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انگوٹھا مبارک زیادہ زخمی ہوا، خون مبارک بہنے لگا جس سے نعلین مبارک بھر گئیں۔

جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون بہہ رہا ہے تو ان سے رہا نہ گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ کر عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ! آپ میرے کندھوں پر سوار ہو جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس جانثار، وفادار کی دل جوئی کے لیے ان کے کندھوں پر سوار ہوئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ کو اٹھایا اور غارِ ثور تک جا پہنچے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی معیت نبوی والی مبارک رات:

جبلِ ثور میں ایک پرانا غار تھا اور اسی پہاڑ کے نام کی وجہ سے غار کا نام بھی "غار ثور" پڑ گیا تھا۔ عام طور پر چونکہ لوگ اپنے مکانوں میں رہتے ہیں، غاروں میں نہیں رہتے اس لیے وہ مختلف حشرات الارض کا مسکن بنا ہوا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ہوا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے اور فرمانے لگے کہ میری ساری زندگی کے نیک اعمال حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ایک دن اور ایک رات کے اعمال کے برابر ہو جائیں۔ رات تو وہ والی جس میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت والا سفر کیا اور غارِ ثور تک پہنچے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں داخل ہونے لگے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قسم دے کر عرض کی: اے اللہ کے رسول! پہلے مجھے داخل ہونے دیجیے تاکہ اگر کوئی موذی (تکلیف دینے والی) چیز موجود ہو تو اس کی تکلیف مجھے پہنچے اور آپ محفوظ رہیں۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار میں جانے سے رک گئے) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ غار میں داخل ہوئے اور اس کی اچھی طرح صفائی کی، جہاں سوراخ وغیرہ نظر آئے اپنی چادر کو پھاڑ کر ان سوراخوں کو بند کیا۔ دو سوراخ باقی رہ گئے جس کو بند کرنے کے لیے کوئی چیز نظر نہ آئی تو اپنے پاؤں کی ایڑیاں ان پر رکھ دیں۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ اندر تشریف لائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لائے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی درخواست پر ان کی گود میں سر مبارک رکھ آرام فرمانے لگے۔ (اتفاق سے ان سوراخوں میں سے ایک سوراخ سانپ کی بِل کا تھا، سانپ نے باہر نکلنے کی کوشش کی تو اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ایڑی موجود تھی) سانپ نے (باہر نکلنے سے رکاوٹ بننے والی) اس ایڑی کو ڈسا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے درد کی شدت کے باوجود انتہائی صبر وضبط سے کام لیا اور ذرہ برابر اپنے جسم کو حرکت نہ دی کہ کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام میں خلل نہ آئے۔ (لیکن وہ معمولی تکلیف نہ تھی بلکہ سانپ کا زہر تھا جو کمال ضبط کے باوجود) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو کی شکل میں بہہ پڑا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے آنسو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک پر گرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے۔ پوچھا کہ ابو بکر کیا ہوا؟ عرض کی کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان! سانپ نے ڈس لیا ہے۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کہاں ڈنک مارا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے جگہ بتائی۔) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی جگہ اپنا مبارک لعاب لگایا۔ سانپ کے زہر اور درد ایک لمبے عرصے کے لیے ختم ہوا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی زندگی کے آخری دنوں میں یہی زہر دوبارہ جسم میں سرایت کر آیا اور اسی کے اثر سے شہادت کے بلند مرتبے پر فائز ہوئے۔

دوسری طرف یہ حالات تھے کہ مشرکین مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو تلاش کرنے کے لیے دو کام کیے:

1: یہ اعلان کرایا کہ جو شخص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کو زندہ گرفتار کر کے لائے گا یا قتل کر کے لائے گا اس کو ہر ایک کے بدلے میں سو سو اونٹ انعام دیا جائے گا۔

2: کھوجیوں کو بلایا گیا جو قدموں کے نشانات کو دیکھ کر چلنے والے کی منزل کا پتہ بتاتے ہیں۔

کھوجی دونوں کے نشانات قدم کو دیکھتے دیکھتے غار ثور کے دھانے تک آ گئے۔ اور کہنے لگے کہ قدموں کے نشانات کے اعتبار سے ان دونوں کا یہاں تک آنا ثابت ہوتا ہے۔ آپ کو جن لوگوں کی تلاش ہے وہ یہیں کہیں موجود ہیں۔ مشرکین پہاڑ پر چڑھ کر ہر طرف متلاشیانہ نگاہوں سے دیکھنے لگے اور بالکل غار کے دھانے پر کھڑے ہو گئے۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ کا حزن و غم:

ایسے موقع پر فطری طور پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر حزن و غم کی ایک کیفیت طاری ہوئی۔ قرآن کریم کی تصریح ﴿لَا تَحْزَنْ﴾ کے مطابق یہ کیفیت حزن و غم والی ہے، خوف والی نہیں۔ یعنی اپنی ذات کا غم نہیں بلکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا غم تھا۔ اس لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابی کو تسلی کے لیے یہ نہیں کہا کہ خوف نہ کرو بلکہ فرمایا کہ غم نہ کرو۔

فائدہ: خوف اور حزن میں بنیادی فرق یہ ہے کہ خوف کا تعلق اپنی ذات سے ہوتا ہے جبکہ حزن کا تعلق دوسرے کی ذات سے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا پھینکا اور وہ اللہ کے حکم سے اژدھا بن گیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس سے اپنی ذات کے بارے میں خوف ہوا کہ کہیں یہ مجھے نقصان نہ پہنچائے۔ اس لیے اس موقع پر اللہ رب العزت نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا: ﴿خُذْهَا وَلَا تَخَفْ﴾

اے موسیٰ! اس کو پکڑیں اور (اپنی ذات کے نقصان کا) خوف نہ کریں۔

اور یہاں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ ابو بکر! آپ میرا غم نہ کریں۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اگر میں مارا گیا تو اس کا اثر میری ذات اور خاندان تک محدود رہے گا لیکن خدانخواستہ اگر آپ کو کوئی آنچ آئی تو ساری امت تباہ ہو جائے گی اور مشکل سے دنیا میں اللہ کا نام لینے والا کوئی بچے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو مکمل تسلی دی۔

اللہ تعالیٰ نے حفاظت کا بندوبست فرمایا کہ مکڑی کو حکم دیا کہ غار کے منہ پر جالا بُن دے۔ اس نے آ کر جالا بُن دیا اور جنگلی کبوتروں کی جوڑی کو حکم دیا کہ وہاں اپنا گھونسلہ بنائے انہوں نے وہاں گھونسلہ بنایا اور مادہ کبوتر انڈے دے کر ان پر بیٹھ گئی۔

تمام غزوات میں شرکت:

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تمام غزوات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ آپ کے محافظ اور سپاہی بن کر رہے۔ جس کا تذکرہ اختصار و جامعیت کے ساتھ میری کتاب "سیرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم" جلد دوم میں موجود ہے۔ اس گفتگو میں اس باب کو ذکر کرنا طوالت کا باعث ہے اس لیے اسے چھوڑا جا رہا ہے۔

امیرِ حج

امیرِ حج سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ:

سن 9 ہجری میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو 300 آدمیوں کا امیرِ حج بنا کر روانہ کیا آپ رضی اللہ عنہ قربانی کے 20 اونٹ اپنے ساتھ لے گئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مکہ جانے سے پہلے سورۃ براءۃ کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں جن کا تعلق عہد توڑنے والے کافروں سے تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ان آیات کے اعلان کا بھی فرمایا کہ حج کے موقع پر کافروں کو اس سے آگاہ کر دیں۔ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مکہ تشریف لے گئے تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خیال آیا کہ عہد اور عہد توڑنے سے متعلق یہ اعلان حضرت علی رضی اللہ عنہ کریں تو زیادہ مناسب ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ عرب کے دستور کے مطابق ایسے امور کا اعلان کرنے والا خاندان کا فرد ہوتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی اونٹنی عضباء پر سوار کیا اور مکہ بھیجا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب ذوالحُلیفہ کے مقام پر تھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی آپ کے پاس پہنچ گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو امیر بنا کر بھیجا ہے یا مامور بنا کر؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں مامور بن کر آیا ہوں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مناسکِ حج ادا کرانے کے لیے بھیجا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نہیں! مجھے صرف اس لیے بھیجا ہے کہ عہد توڑنے کے متعلق کفار کو آیات پڑھ کے سناؤں۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو مناسک حج کی تعلیم دی۔ دس ذوالحج کو حج کا خطبہ دیا۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر سورۃ براءۃ کی آیات تلاوت کیں اور یہ اعلانات فرمائے:

[1]: إِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا نَفْسٌ مُؤْمِنَةٌ (جنت میں صرف مؤمن ہی داخل ہو گا۔)

[2]: وَلَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ (کوئی بے لباس شخص بیت اللہ کا طواف نہیں کرے گا۔)

[3]: وَلَا يَجْتَمِعُ مُسْلِمٌ وَمُشْرِكٌ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا فِي الْحَجِّ (اس سال کے حج کے بعد آئندہ کسی حج میں مسلمان اور کافر اس جگہ جمع نہیں ہوں گے۔(یعنی کوئی مشرک اب حج نہیں کرے گا)

[4]: وَمَنْ كَانَ لَهُ عَهْدٌ فَعَهْدُهُ إِلَى مُدَّتِهِ (جن کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک متعین مدت تک عہد ہے وہ اسی متعینہ مدت تک پورا کیا جائے گا۔)

[5]: وَمَنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ عَهْدٌ فَأَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ.(جن کے ساتھ کوئی عہد نہیں (یا عہد کی مدت متعین نہیں) ان کو چار ماہ تک امن ہے (اس عرصہ میں اگر وہ مسلمان ہو گئے تو ٹھیک ورنہ انہیں قتل کر دیا جائے گا)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر آخرت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ:

حضرت ابو سعید خُدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو دنیا اور جو اللہ کے پاس ہے اس کا اختیار دیا ہے، اس بندے نے اپنے اختیار سے اسے پسند کیا جو اللہ کے پاس ہے۔ (راوی کہتے ہیں) یہ بات سن کر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رونے لگے، ہم نے ان کے رونے پر تعجب کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک بندے کا حال بیان فرما رہے ہیں کہ اُسے اختیار دیا گیا، اس میں رونے والی کیا بات ہو سکتی ہے؟ (اس بات کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے سمجھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس بندے کی بات کی ہے) اس سے مراد خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (یعنی جدائی کا وقت قریب آچکا ہے، اس لیے رو پڑے) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے۔

امت صدیق رضی اللہ عنہ کے حوالے:

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک خاتون نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعد میں آنا۔ اس نے کہا کہ اگر بعد میں آؤں اور آپ کو موجود نہ پاؤں تو؟ یعنی آپ دنیا چھوڑ چکے ہوں تو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تو مجھے نہ پائے تو ابو بکر کے پاس چلی آنا۔

نوٹ: یہ روایت تقلیدِ شخصی کی بھی دلیل ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت کا حکم:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعرات مغرب کی نماز پڑھائی۔ جب عشاء کی نماز کا وقت ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ بتلایا گیا کہ یا رسول اللہ! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن شدید بیماری کی وجہ سے نہ اٹھ سکے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابو بکر سے کہو نماز پڑھائے۔

مصلیٰ رسول ﷺ کے وارث:

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الوصال میں فرمایا: ابو بکر (رضی اللہ عنہ) سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ (آپ کے مصلّے پر آپ کو نہ دیکھ پائیں گے تو بہت دکھی ہوں گے اور جب وہ) آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو زیادہ رونے کی وجہ سے لوگوں کو کچھ سنائی نہیں دے گا۔ اس لیے آپ عمر رضی اللہ عنہ کو حکم فرمائیں وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

سیدہ فرماتی ہیں کہ میں نے حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی بات کریں جو میں نے عرض کی ہے۔ انہوں نے یہی بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رکو!....(نماز کی امامت کے لیے عمر رضی اللہ عنہ سے نہ کہو بلکہ) ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کو (میری طرف سے حکماً) کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

رسول اللہ ﷺ کی رحلت:

12 ربیع الاول پیر کے دن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے پردہ فرما گئے۔ یہ ایک بہت بڑی حقیقت ہے کہ جب سے دنیا بنی ہے کائنات میں اتنی بڑی آزمائش نہیں آئی جتنی نبی الانبیاء، امام الانبیاء، فخر الانبیاء، سید الانبیاء، خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دن پیش آئی۔ کائنات کے ہادی اعظم اور محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ فرمالیا، یعنی اللہ کے آخری نبی، رسول اور پیغمبر رفاقتِ اعلیٰ کے عہد کی پاسداری کے لیے لبیک کہہ کر اس جہان سے کوچ فرما گئے۔

اللہ نے اپنے آخری نمائندے کا کل اثاثہ امت کی صورت میں اس کے پہلے نمائندے کے سپرد فرما دیا۔ صحابہ واہل بیت کرام رضی اللہ عنہم جدائی محبوب سے شدید صدمے میں تھے۔ ایسی سوگوار فضاء میں اسلام، اہل اسلام، اسلامی ریاست اور حالات کو سنبھالتے ہوئے افضل البشر بعد الانبیاء حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے جو مقامِ سنح میں واقع تھا، گھوڑے پر سوار ہو کر آئے، سواری سے اترے، مسجد کے اندر تشریف لائے، کسی سے کوئی بات نہیں کی۔ بعد میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یمنی چادر اوڑھا دی گئی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک سے کپڑے کو ہٹایا، تھوڑا سا نیچے جھکے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کو بوسہ دیا اور رونے لگے۔ پھر (آپ کو مخاطب بناتے ہوئے) کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان! اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں طاری نہیں کرے گا۔ (یعنی جو ایک موت آنی تھی وہ آچکی، اب دوبارہ قبر میں آپ کو کبھی موت نہیں آئے گی بلکہ حیات ہی حیات حاصل رہے گی)

گویا ان الفاظ سے امت کو یہ تسلی دی کہ ہمارا اور نبوت کا رشتہ بالکلیہ ختم نہیں ہوا بلکہ آپ کی رحمت اور گناہگاروں کے لیے استغفار اور دعا والا سلسلہ جوں کا توں قیامت تک باقی رہے گا۔

فائدہ: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دو گھر تھے۔ ایک گھر مسجد نبوی کے ساتھ تھا، اس کی کھڑکی مسجدِ نبوی کے اندر کھلی ہوئی تھی اور آپ رضی اللہ عنہ اسی کھڑکی سے مسجد تشریف لایا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وصال مبارک سے کچھ عرصہ پہلے حکم دیا کہ جن جن کی کھڑکیاں مسجد میں کھلی ہوئی ہیں انہیں بند کر دیا جائے سوائے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی کھڑکی کے۔ آج بھی مسجدِ نبوی کی پرانی عمارت کے دائیں جانب اوپر کی طرف ایک جگہ لکھا ہوا ہے: "هٰذِهٖ خَوْخَةُ اَبِیْ بَکْرٍ"

بظاہر یہ جگہ سابقہ گھر کے محاذات میں ہے کیونکہ پرانی مسجد نبوی یہاں تک نہیں تھی۔ دوسرا گھر مسجد نبوی سے کچھ فاصلے پر مقام سُنح پر تھا۔ جس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس دن آپ رضی اللہ عنہ نے فجر کی نماز مسجد نبوی میں پڑھائی اور سُنح والے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں آپ کو اطلاع ملی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں۔ اس لیے روایت میں آیا ہے کہ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے۔

خلافت بلا فصل

سقیفہ بنی ساعدہ میں اجتماع:

اس کے بعد معلوم ہوا کہ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسجد نبوی کے قریب سقیفہ بنی ساعدہ نامی جگہ پر اکٹھے ہیں اور دیانتدارانہ طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین کے بارے میں مشاورت کر رہے ہیں کیونکہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جب کسی بادشاہ کا انتقال ہو جائے تو سب سے اہم مسئلہ اس بادشاہ کی جانشینی کا ہوتا ہے تاکہ مملکت کے انتظامی و سیاسی امور میں خلل نہ آئے۔ نیز یہ کہ ایسے وقت میں دشمن حملہ کر کے ملک کو تباہ و برباد نہ کر دے بلکہ کبھی کبھار تو مصلحت کے پیش نظر بادشاہ کی وفات کی خبر تک کو چھپا لیا جاتا ہے تاوقتیکہ اس کے جانشین کا اعلان نہ ہو جائے۔ اس لیے وقت کا اہم ترین تقاضا یہی تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین کا تعین کیا جائے۔

رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے بعد سب سے بہترین انسان:

محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک دن میں نے اپنے والد (علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ) سے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر انسان کون ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: ابو بکر رضی اللہ عنہ، میں نے پھر پوچھا کہ ان کے بعد کون ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ عمر رضی اللہ عنہ۔

نبوت کے بعد خلافت:

حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما سقیفہ بنی ساعدہ میں تشریف لے گئے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آراء و تجاویز کو سنا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں کا تزکیہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ جاہ و منصب کی طمع اور حکومت و اقتدار کا لالچ شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ کی خواہش ان کے دلوں میں نہ تھی بلکہ ان میں ہر ایک دیانتدارانہ طور پر اپنی مخلصانہ رائے پیش کر رہا تھا۔ ویسے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی اور خلافت دور حاضر کی حکمرانی جیسی نہیں تھی کہ اقتدار میں آ کر غریبوں کا خون چوس کر جائیدادیں بنانا، لوٹ کھسوٹ کر کے ظلم کرنا، اقرباء پروری کر کے نااہل لوگوں کو عہدے دینا، رشوت خوری کرنا، غریبوں کو قانون کے کٹہرے میں لانا جبکہ امیروں کو چھوٹ دینا وغیرہ۔

خلیفہ کی ذمہ داری:

یہ کوئی پھولوں کا ہار نہیں تھا کہ کوئی اپنے آپ کو پیش کر تا بلکہ ایک عظیم ذمہ داری تھی ایسی کہ جہاں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ کر گئے ہیں اب اس سے آگے کی جانب بڑھنا ہے۔ اسلام اور اہل اسلام کی ترقی کے لیے منظم منصوبہ بندی کرنی ہے اور عملاً اس کو پورا بھی کرنا ہے۔ آنے والے حالات بہت کٹھن نظر آرہے تھے، داخلی طور پر منافقین کی شورش کا اندیشہ، خارجی طور پر جھوٹے مدعیانِ نبوت اور ارتداد کا فتنہ، روم وفارس کی یلغار کا خدشہ وغیرہ۔ یوں سمجھ لیں کہ داخلی و خارجی طور پر اسلامی ریاست کی جغرافیائی اور نظریاتی سرحدات کا پہرہ دینا ہے۔ اسلام اور اہلِ اسلام کو اندرونی و بیرونی سازشوں سے بچا کر نبوی منہج کے مطابق ترقی و استحکام بخشنا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مشاورت:

سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاں جمع ہوئے اور کہنے لگے کہ ایک امیر ہم (انصار) میں سے ہو جائے اور دوسرا تم (مہاجرین) میں سے ہو جائے (تاکہ دونوں باہمی معاونت سے امرِ خلافت کو بہتر سے بہتر چلا سکیں) اس کے بعد حضرت ابو بکر، عمر بن خطاب اور ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم بھی اس مجلس میں پہنچ گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گفتگو کرنی چاہی لیکن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انہیں خاموش رہنے کے لیے کہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کی قسم! میں نے ایسا صرف اس لیے کیا تھا کیونکہ میں نے پہلے سے ایک تقریر کا مضمون سوچا ہوا تھا جو بہت مجھے بہت پسند تھی۔ مجھے ڈر تھا کہ ابو بکر اس کو نہیں پہنچ سکیں گے لیکن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انتہائی بلاغت کے ساتھ بات شروع کی۔ انہوں نے اپنی تقریر میں کہا کہ ہم قریش امراء ہیں تو تم انصار وزراء ہو۔

اس پر حباب بن منذر انصاری رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ ہم ایسا کیسے ہونے دیں گے، ایک امیر ہم میں سے ہو گا اور ایک امیر آپ میں سے ہو گا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں! ہم امراء ہیں اور آپ انصار وزراء ہو۔ وجہ یہ ہے کہ قریش کے لوگ سارے عرب میں معزز اور شریف خاندان کے طور پر معروف و مشہور ہیں اور ان کا علاقہ (مکہ مکرمہ) عرب کے درمیان میں ہے۔ اب تمہیں اس کا مکمل اختیار ہے کہ چاہو تو عمر بن خطاب کی

بیعت کر لو یا ابو عبیدہ بن جراح کی بیعت کر لو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے) کہا: نہیں آپ ہمارے سردار ہیں، ہم سے سب سے بہتر انسان آپ ہیں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک آپ ہم سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی، پھر باقی لوگوں نے بھی بیعت کی۔

انصار کی آمادگی:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر میں جمع ہوئے۔ ان میں ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم بھی موجود تھے۔ انصار کے خطیب (زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ) کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی مہاجر تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ بھی مہاجرین میں سے ہوں گے۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار و مددگار رہے ہیں ان کے خلیفہ کے بھی مددگار رہیں گے۔ راوی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر فرمایا تمہارے خطیب نے بالکل سچ فرمایا ہے۔ اگر تم اس حقیقت کے علاوہ کسی اور نظریے کے قائل ہوتے تو ہم آپ کی بات نہ مانتے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو انصار نے اپنا موقف یہ پیش کیا کہ ایک امیر ہم انصار میں سے ہو جائے اور ایک امیر تم مہاجرین میں سے ہو جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا کہ اے انصار! آپ کو معلوم ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ ابو بکر لوگوں کی امامت کریں۔ تم میں سے کون ہے جو ابو بکر رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھنا چاہتا ہے؟ انصار نے کہا کہ اللہ کی پناہ! ہم ابو بکر رضی اللہ عنہ سے آگے کیسے بڑھ سکتے ہیں؟

فائدہ: مذکورہ گفتگو سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ انصار امر خلافت میں رضاکارانہ تعاون کی پیش کش کر رہے ہیں۔ واللہ اعلم

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تجویز:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک نیام میں دو تلواریں نہیں سما سکتیں۔ اسی موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تین خصوصیات ذکر فرمائیں۔ جن میں ان کا کوئی شریک نہیں۔

1: اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ خاص ساتھی قرار دیا ہے۔ (سفر ہجرت غار ثور میں) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ابو بکر کے سوا اور کون ساتھی تھا؟

2: إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ۔ جس وقت وہ دونوں غار میں تھے هما سے مراد اللہ کے نبی کے ساتھ سوائے ابو بکر کے علاوہ کون تھا؟

3: لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللهَ مَعَنَا آپ غم نہ کریں اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اس وقت اللہ کے نبی کے ساتھ سوائے ابو بکر کے علاوہ کون تھا؟

بیعتِ خاصہ میں انصار کی سبقت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ آپ اپنا ہاتھ آگے بڑھائیں تا کہ ہم آپ کی بیعت کر سکیں۔ حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہما ابھی اس مقصد کے لیے تیاری کر رہے تھے کہ حضرت بشیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر سب سے پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ ان کے بعد بالترتیب حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہما نے بیعت کی۔ پھر ہر طرف سے مہاجرین و انصار بیعت کے لیے اُمڈے چلے آئے، یہ بیعتِ خاصہ تھی۔

بیعتِ عامہ:

دوسرے دن مسجدِ نبوی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا جس میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کے بارے میں دلائل سے لوگوں کو قائل فرمایا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت والے دن میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اے ابو بکر! منبر پر تشریف لائیں (تا کہ لوگ آپ کے ہاتھ پر

بیعت کر سکیں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ اصرار فرماتے رہے حتی کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ پھر لوگوں نے عمومی بیعت کی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ یہ تمہارے امیر ہیں، ان کی بیعت کرو! خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیعت کی، اس کے بعد مہاجرین و انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیعت کی۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل پر اجماع:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ تسلیم کرنے پر اجماع کر لیا۔

خلافت کے بعد پہلا خطبہ:

آپ رضی اللہ عنہ نے حمد و ثناء کے بعد فرمایا:

لوگو! میں آپ لوگوں پر ولی منتخب کیا گیا ہوں حالانکہ میں تم سے برتر نہیں ہوں۔ اگر میں اچھی بات کروں تو تم میرا ساتھ دینا، اگر میں خطا کروں تو میری غلطی درست کرا دینا۔ سچائی ایک امانت ہے اور جھوٹ خیانت۔ تم میں جو کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے، میں اس کا حق ضرور دلواؤں گا ان شاء اللہ۔ اور جو تم میں قوی ہے میرے ہاں کمزور ہے، میں اس سے پورا حق وصول کروں گا ان شاء اللہ۔ جو قوم بھی اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ترک کر دیتی ہے اس پر اللہ تعالیٰ ذلت و رسوائی ڈال دیتے ہیں اور جو قوم علانیہ برائیوں میں مبتلا ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ ان پر مصائب و تکالیف مسلط کر دیتے ہیں۔ جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی تابعداری کروں تم میری بات ماننا اور جب میں خدا اور رسول کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت واجب نہیں۔ اللہ تم پر رحم فرمائے۔ اب نماز کا وقت ہو گیا ہے۔

خطبے کی مختصر مگر پر اثر حکمت انگیز باتیں:

1: احساس برتری اور تکبر سے براءت کرنا

2: ہر حال میں حق کا ساتھ دینے کا حکم دینا

3: سچائی کی تعریف، جھوٹ کی مذمت کرنا

4: کمزور کو دلاسہ، طاقت ور کو تنبیہ کرنا

5: ترکِ جہاد کے ذلت آمیز انجام سے آگاہی کرانا

6: بے حیائی کو خدائی عذاب کا سبب قرار دینا

7: اطاعتِ امیر کے بنیادی اصول سے آگاہی کرانا

8: عصمت کو خاصہ نبوت قرار دینا

9: اہم العبادات نماز کی پابندی کرانا

10: مختصر خطبہ دے کر وقت کی قدر و قیمت بتانا

ذمہ داریاں وکارنامے

ریاستی ذمہ داریاں:

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد ریاستی ذمہ داریوں کو بخوبی نبھایا۔ امن وامان، عدل و انصاف، خوشحالی و ترقی گھر گھر تک پہنچائیں، معیشت کو مستحکم کرنے کے لیے اقدامات کیے اور مدینہ منورہ کے ریاستی انتظامات جیسے عہد نبوی میں چلے آرہے تھے ان کو بحال رکھا بلکہ اس میں مزید اضافہ ہوا۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بے شمار کارنامے ایسے ہیں جن پر دنیا رہتی دنیا تک ناز کرے گی۔

1: جھوٹے مدعیانِ نبوت کی سرکوبی:

عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت کوئی معمولی مسئلہ نہ تھا کہ جس کے لیے مصلحت اختیار کرلی جاتی بلکہ یہ تو اسلام کے اساسی و بنیادی عقائد میں شامل ہے۔ اس لیے اس کے خلاف سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی تمام تر صلاحیتیں بروئے کار لائیں اور لشکر اسلامی کو بھیج کر ان کا خاتمہ کیا۔

مسیلمہ کذاب: سن 9 ہجری میں یہ وفد بنو حنیفہ (یمامہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جس میں مسیلمہ کذاب بھی تھا لیکن تکبر کی وجہ سے بارگاہِ رسالت میں نہ آیا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک بار مسیلمہ کذاب مدینہ آیا۔ اس نے کہا کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے اپنے بعد نائب / خلیفہ بنادیں تو میں ان کی اتباع کرلوں۔ اس کے ساتھ اس کی قوم (بنو حنیفہ) کا بہت بڑا لشکر بھی تھا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف تبلیغ کے لیے تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ (خطیب الانصار) ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک کھجور کی ایک ٹہنی تھی۔ جس جگہ مسیلمہ اپنی لشکر کے ساتھ ٹھہرا ہوا تھا اسی جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔

اور فرمایا: اگر تم مجھ سے یہ ٹہنی (معمولی سی چیز) مانگے تو میں تجھے وہ بھی نہیں دوں گا۔ (خلافت اور جانشینی تو بہت بڑی بات ہے) تو اللہ کے اس فیصلے سے نہیں بچ سکتا جو تیرے بارے میں پہلے سے ہو چکا ہے۔ تو نے اگر میری

اطاعت سے منہ موڑا تو اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کر دیں گے۔ میرا خیال ہے کہ تو ہی وہ بندہ ہے جو مجھے خواب میں دکھایا گیا ہے۔(اگر بحث ومباحثہ کرنا ہے تو) تیری باتوں کا جواب میری طرف سے ثابت بن قیس دیں گے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے آئے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت کے آغاز میں یمامہ کی طرف لشکر روانہ کیا۔ مسیلمہ کی فوج کے ساتھ خوب جنگ ہوئی۔ جس میں کئی مسلمان شہید بھی ہوئے۔ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کذاب کو قتل کر دیا۔

نوٹ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کے آخری دنوں میں یمن میں **عیہلہ** بن کعب بن عوف المعروف اسود عنسی نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فتنے کی سرکوبی کے لیے یمن کے مسلمانوں کے نام پیغام بھیجا۔ حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ نے اسود عنسی کو قتل کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی اس کی اطلاع ملی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بتایا لیکن جب قاصد اس کے قتل کی خبر لے کر مدینہ منورہ پہنچا تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے تھے اور خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سب سے پہلے اسود عنسی کے قتل کی خوشخبری ملی۔

2: فتنہ مانعینِ زکوٰۃ کی سرکوبی:

دوسرا بڑا فتنہ مانعینِ زکوٰۃ کا تھا۔ انہوں نے کہا کہ ہم نماز پڑھیں گے لیکن زکوٰۃ ادا نہیں کریں گے کیونکہ زکوٰۃ وصول کرنے کا اختیار صرف رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا، آپ کو نہیں ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس فتنے کا پوری قوت اور جوانمردی سے مقابلہ کیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا تو عرب کے کچھ قبائل مرتد ہو گئے (زکوٰۃ دینے سے انکار کرنے لگے، یوں کہنے لگے کہ ہم نماز پڑھیں گے لیکن زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال کرنا چاہا) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے) کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان مبارک کے ہوتے کیسے قتال کر سکتے ہیں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے

اس وقت تک قتال کروں جب تک وہ لا الہ الا اللہ کی شہادت نہ دے دیں (یعنی اسلام قبول نہ کر لیں) جو شخص اس کلمہ کی گواہی دے دے تو اس کا مال اور اس کی جان محفوظ ہو جائے گی۔ ہاں وہ حق اور حساب جس کا تعلق اللہ کے احکام کے ساتھ ہے۔

اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم! میں ہر اس شخص سے جنگ کروں گا جو زکوٰۃ اور نماز میں فرق کرے گا۔ (یعنی نماز کا اقرار اور زکوٰۃ دینے کا انکار کرے) کیونکہ زکوٰۃ (اللہ کی طرف سے) مال کا (مقرر کردہ) حق ہے۔ اللہ کی قسم! اگر انہوں نے زکوٰۃ میں چار مہینے کی بکری کے بچے کو دینے سے انکار کیا جسے وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دیتے تھے تو میں ان سے قتال کروں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ اللہ کی قسم! یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا شرح صدر کر دیا تھا اور میں بعد میں خود اسی نتیجہ پر پہنچا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی حق پر تھے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ کبھی کسی بڑے شخص / والد / شیخ / استاد کی کوئی بات وقتی طور پر سمجھ نہ آئے تب بھی مان لینی چاہیے اور اس پر عمل کر لینا چاہیے ایک وقت آتا ہے جب وہ بات سمجھ بھی آجاتی ہے۔

جنگی اصول

جنگی مہمات کے رہنما اصول:

امام ابو القاسم علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ المعروف بابن عساکر رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 571ھ) اپنی کتاب تاریخ دِمَشق میں فرماتے ہیں:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب لشکرِ اسامہ کو روانہ فرمایا تو ساتھ چلتے وقت لشکر کو فرمایا: اے لشکر والو! رکو! میں تمہیں دس باتوں کی وصیت کرتا ہوں، پہلے ان کو اچھی طرح سن لو:

1: امانت میں خیانت نہ کرنا

2: کسی کو دھوکا نہ دینا

3: اپنے امیر کی نافرمانی نہ کرنا

4: مقتولین کے اعضاء نہ کاٹنا

5: کسی بے قصور بچے بوڑھے یا عورت کو قتل نہ کرنا

6: کسی کھجور یا پھل دار درخت کو نہ کاٹنا اور نہ ہی جلانا

7: کھانے کے علاوہ بکری، گائے یا اونٹ کو ذبح نہ کرنا

8: تم ایسے لوگوں سے ملو گے جو عبادت کے لیے عبادت گاہوں میں بیٹھے ہوں گے ان کو ان کے حال پر چھوڑ دینا

9: تم ایسے لوگوں سے ملو گے جو تمہارے لئے برتنوں میں ہر قسم کے کھانے لائیں گے جب تم کھانے لگو تو اللہ کا نام لینا

10: تم ایسے لوگوں سے ملو گے جنہوں نے سر کا درمیانی حصہ منڈوایا ہو گا اور سر کے چاروں اطراف میں بال لٹکائے ہوئے ہوں گے انہیں تلوار سے مارنا (قتل کر دینا)

(اس کے بعد فرمایا: اللہ کا نام لے کر روانہ ہو جاؤ)

علمی خدمات

جمعِ قرآن:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کی خدمت بھی آپ کے مبارک دور کی یادگار ہے۔ قیامت کی صبح تک آنے والے ہر شخص پر آپ رضی اللہ عنہ کا احسان موجود ہے۔ جتنے بھی لوگ قرآن پڑھتے رہے، پڑھ رہے ہیں یا آئندہ پڑھیں گے ان کے ثواب میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ برابر کے شریک ہیں۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جن دنوں میں جنگ یمامہ میں حفاظ / قراء صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے انہی دنوں کی بات ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھے بلانے کے لیے کسی شخص کو میرے پاس بھیجا۔ میں آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہاں پہلے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ عمر میرے پاس آئے بیٹھے ہیں ان کا کہنا یہ ہے کہ یمامہ کی سخت جنگ میں قرآن کریم کے بہت سے حفاظ / قراء کی شہادت کا حادثہ پیش آچکا ہے اور یہ خدشہ ہے کہ اگر اسی طرح کثرت سے مختلف جنگوں میں حفاظ / قراء کی شہادت ہوتی رہی تو قرآن کریم کا بہت بڑا حصہ ضائع ہو جائے گا (اور کچھ عرصے کے بعد مکمل قرآن کی نعمت سے امت محروم ہو جائے گی) لہٰذا وقت کا تقاضا اور مصلحت ہے کہ میں قرآن کریم کو ایک جگہ پر جمع کرنے کا (بطور خلیفہ الرسول) حکم جاری کروں۔ میں نے ان سے اپنا خدشہ یہ ظاہر کیا ہے کہ ہم وہ کام کیسے کر سکتے ہیں جسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔

عمر کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! اس کام میں (عند اللہ) بھلائی اور بہتری ہے۔ اس بارے میں عمر اور میری باہمی گفتگو ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ نے میرا شرح صدر کر دیا ہے اور اب میرا بھی وہی موقف ہے جو عمر کا ہے اور مجھے بھی اس میں وہی مصلحت نظر آرہی ہے جو عمر کو نظر آرہی ہے۔ راوی حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم ایک سمجھ دار نوجوان آدمی ہو۔ نیک بختی اور سعادت کی وجہ سے اس سلسلے (جمع اور نقل قرآن) میں آپ پر کوئی جھوٹ وغیرہ کی تہمت بھی نہیں لگا سکتا کیونکہ آپ؛ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ

وسلم کے زمانہ مبارک میں قرآن کریم لکھا کرتے تھے۔ لہٰذا قرآن کریم کو متفرق مقامات اور متعدد افراد سے تلاش کرکے مصحف میں جمع کرو۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! اگر پہاڑوں میں سے کسی پہاڑ کو اٹھا کر دوسری جگہ منتقل کرنے کی ذمہ داری مجھے دی جاتی تو جمع قرآن کی بنسبت وہ زیادہ آسان ہوتی جس کی ذمہ داری مجھے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سونپی تھی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بہر حال میں نے آپ رضی اللہ عنہ کا حکم سن کر عرض کی کہ آپ وہ کام کس طرح کرسکتے ہیں جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! اسی میں بہتری ہے۔ حضرت زید فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مجھ سے اس بارے مسلسل (اپنے مجتہدانہ ذوق سے) قائل کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرا بھی اسی طرح شرح صدر فرما دیا جس طرح حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا فرمایا تھا۔ چنانچہ میں نے قرآن کریم کو (متفرق مقامات اور متعدد افراد سے) تلاش کرنا شروع کردیا۔ کھجور کی شاخوں، سفید پتھروں اور لوگوں (حفاظ و قراء کرام کی سینوں) سے جمع کرتا رہا (یہاں تک کہ یہ کام مکمل ہوگیا)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خراج تحسین:

حضرت عبد خیر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قرآن کے سلسلے تمام لوگوں سے زیادہ اجر کے مستحق حضرت ابو بکر ہیں۔ اللہ ان پر رحمت فرمائے کیونکہ آپ نے سب سے پہلے قرآن کریم کو کتابی صورت میں جمع کرایا۔

مرویاتِ حدیث:

آپ کی علمی خدمات بھی موجود ہیں۔ چنانچہ ایک قول کے مطابق 142 احادیث حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں جن کو علامہ جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی الشافعی رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 911ھ) نے "تاریخ الخلفاء" میں ایک جگہ جمع کردیا ہے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور اہلِ بیت

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اہل بیت سے محبت:

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے قسم ہے اس ذات کے جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ داروں (جن میں اہلِ بیت بھی داخل ہیں) سے حسن سلوک کرنا مجھے اپنے قریبی رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔

حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے محبت:

حضرت عقبہ بن الحارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے کہ راستے میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو ان کو ازراہِ محبت اپنے کندھوں پر اٹھالیا اور اُن سے فرمایا: میرے باپ آپ پر قربان! آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شکل زیادہ لگتے ہو بنسبت حضرت علی المرتضیٰ کے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ سارا معاملہ دیکھ کر مسکرانے لگے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نظر میں:

محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے اپنے والد (حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ) سے پوچھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سب سے بہتر انسان کون ہے؟ تو میرے والد نے فرمایا: ابو بکر (رضی اللہ عنہ) میں نے پھر پوچھا کہ ان کے بعد کون؟ جواب دیا کہ عمر (رضی اللہ عنہ)۔

وہب بن عبد اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ فرمارہے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت کے سب سے بہتر انسان حضرت ابو بکر ہیں اور حضرت ابو بکر کے بعد سب سے بہتر انسان حضرت عمر ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں ان لوگوں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا جو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لیے دعائیں کر رہے تھے، اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کا جنازہ رکھا گیا تھا۔ اتنے میں ایک شخص نے میرے پیچھے سے آکر میرے کندھوں پر کہنیاں رکھ دیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے

کہنے لگے: اللہ آپ پر رحم کرے! مجھے تو یہی امید تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ جمع کرے گا۔ میں اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے ہوئے سنا کرتا تھا کہ میں اور ابو بکر و عمر تھے۔ میں نے اور ابو بکر و عمر نے یہ کام کیا۔ میں اور ابو بکر و عمر گئے۔ اس لیے مجھے امید یہی تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ان ہی دونوں بزرگوں کے ساتھ رکھے گا۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تجدیدِ بیعت:

بعض روایات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی یعنی چھ ماہ بعد۔ اس بیعت سے مراد دوسری بیعت ہے کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی دیکھ بھال کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آنا جانا کم ہو گیا تو بعض لوگوں کو وہم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلافتِ صدیق سے راضی نہیں۔ اس وہم کو دور کرنے کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوبارہ بیعت کی۔ یہ پہلی بیعت کی تجدید تھی۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا سفر آخرت

وفات:

بالآخر وہ وعدہ وفا ہونے کا وقت آ پہنچا کہ ہر ذی روح موت کا پیالہ ضرور پیے گا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پہلا جانثار وفادار صحابی اور پہلا خلیفہ 13 ہجری جمادی الثانی کے ساتویں دن بیمار ہوئے اور 15 دن علیل رہ کر 22 جمادی الثانی مغرب اور عشاء کی درمیان فراقِ یار کو خیر باد کہہ کر وصالِ یار کے لیے آخرت کے راہی بنے۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ.

وصیت اور تدفین:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو آپ نے (وصیت کرتے ہوئے) فرمایا: جب میں فوت ہو جاؤں اور تم لوگ میری تجہیز و تکفین سے فارغ ہو جاؤ تو مجھے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے

روضہ مبارکہ کے دروازے کے سامنے رکھ دینا اور دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کرنا کہ السلام علیک یا رسول! آپ کا غلام (ابو بکر) آپ سے (آپ کے روضہ مبارکہ میں دفن ہونے کی) اجازت چاہتا ہے اگر اجازت مل جائے اور دروازہ کھل جائے.... کیونکہ دروازہ بند رہتا تھا.... مجھے وہاں داخل کر دینا اور وہیں دفن کر دینا، اور اگر اجازت نہ ملے تو مجھے جنت البقیع (عام مسلمانوں کے قبرستان) کی طرف لے جانا اور وہیں دفن کر دینا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کو روضہ مبارکہ کے دروازے تک لے گئے اور وہی بات عرض کی جو وصیت میں موجود تھی۔ تالا گر گیا اور دروازہ کھل گیا۔ اس موقع پر روضہ مبارکہ سے ایک غیبی آواز سنائی گئی کہ زیارتِ محبوب کا شوق رکھنے والے محب کو محبوب تک پہنچا دو۔

آیات مبارکہ میں فضائل

آیت نمبر 1:

﴿ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَ اَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَ جَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ۚ وَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ۚ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۴۰﴾ ﴾

سورۃ التوبۃ، رقم الآیۃ:40

ترجمہ: اگر تم (میرے نبی کی) مدد و نصرت نہیں کرو گے تو ان کا کوئی نقصان نہیں ہو گا کیونکہ اللہ ان کی اس مشکل وقت میں مدد فرما چکا ہے جب ان کو کافروں نے مکہ سے نکالا جب وہ دو میں سے دوسرے تھے۔ جب وہ دونوں غار میں تھے جب وہ اپنے دوست (ابو بکر) سے کہہ رہے تھے کہ میرے بارے میں غم نہ کرو۔ اللہ ہم دونوں کے ساتھ ہے۔ چنانچہ اللہ نے ان پر اپنی طرف سے سکون کی اعلیٰ ترین کیفیت طاری فرمائی اور ان کی مدد ایسے لشکروں سے کی جو تمہیں نظر نہیں آئے۔ اور کافر لوگوں کی بات کو بے حیثیت کر کے دکھایا۔ اور بات تو اللہ ہی کی بلند ہے اور اللہ اقتدار کا بھی مالک ہے، حکمت والا بھی ہے۔

امام فخر الدین ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن الحسن بن الحسین الرازی رحمہ اللہ (المتوفیٰ:606ھ) فرماتے ہیں:

آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تعریف میں یہ بات بیان فرمائی ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب یعنی سچے دوست ہیں۔ اور یہی بات آپ کی افضلیت پر دلیل ہے۔ حسین بن فضیل بجلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کوئی بھی شخص جو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے کا انکار کرے تو وہ کافر ہو جائے گا۔ اس لیے کہ پوری امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ آیت میں صاحب سے مراد ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

تفسیر مفاتیح الغیب لفخر الدین الرازی، تحت ھذہ الآیۃ

آیت نمبر 2:

﴿ وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ﴿۱۷﴾ الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ﴿۱۸﴾ ﴾

سورۃ اللیل، رقم الآیۃ:17، 18

ترجمہ: اور اس (جہنم کی آگ) سے ایسے متقی شخص کو دور رکھا جائے گا جو اپنا مال پاکیزگی حاصل کرنے کے لیے (اللہ کے راستے میں) خرچ کرتا ہے۔

امام فخر الدین ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن الحسن بن الحسین الرازی رحمہ اللہ (المتوفیٰ:606ھ) ان آیات کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

مفسرین کا اتفاقی نظریہ ہے کہ مذکورہ آیات کے اولین مصداق حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

احادیث مبارکہ میں فضائل

حدیث نمبر 1:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں اپنی پوری امت میں سے کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا، تاہم وہ میرے (دینی) بھائی اور (جگری) دوست ہیں۔

فائدہ: اس حدیث میں لفظ "خلیل" خلت سے ہے جس کا معنی ہے "حاجت"۔ اب حدیث کا معنی یہ ہے کہ اگر میں کسی کو اپنا خلیل بناتا کہ اپنی ساری ضروریات اس سے پوری کرتا اور تمام مشکلات میں اس سے رجوع کرتا تو اس کے لیے میری نظر میں ابو بکر سے بہتر شخص کوئی نہیں لیکن میں چونکہ اپنی تمام حاجات اللہ کے سامنے رکھتا ہوں اس لیے میں خلیل؛ اللہ تعالیٰ ہی کو سمجھتا ہوں اور ابو بکر کو دوست سمجھتا ہوں۔

اور قرآن مجید میں جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو "خلیل" کہا گیا ہے تو وہاں خلیل کا لفظ خلت بمعنی خصلت سے ہے یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام میں اللہ نے خصال حسنہ جمع فرما دی تھیں، یا لفظ تخلل سے ہے بمعنی داخل ہونا کہ ابراہیم علیہ السلام کے رگ و ریشہ میں اللہ کی محبت داخل ہو گئی تھی اس لیے آپ اللہ کے خلیل کہلائے۔

حدیث نمبر 2:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اللہ کی راہ میں ایک چیز کا جوڑا خرچ کرے تو اسے جنت کے دروازوں سے بلایا جائے گا۔ اے اللہ کے بندے! یہ بھلائی ہے۔ جو نمازی ہو گا اسے جنت کے باب الصلوٰۃ سے بلایا جائے گا۔ جو مجاہد ہو گا اسے باب الجہاد سے بلایا جائے گا۔ جو صدقہ کرنے والا ہو گا اسے باب الصدقہ سے بلایا جائے گا۔ جو روزہ دار ہو گا اسے باب الصیام اور باب الریان سے بلایا جائے گا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ جسے ان سارے دروازے سے بلایا جائے تو اسے کوئی پریشانی ہی نہیں ہو گی۔ پھر عرض کی کہ کیا کوئی ایسا خوش قسمت انسان بھی ہے جسے ان تمام دروازوں سے بلایا جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں مجھے (کامل) امید ہے کہ آپ انہیں لوگوں میں سے ہیں۔

حدیث نمبر3:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا: تم میں سے آج کس نے روزہ رکھا ہے؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ میں نے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا: تم میں سے آج کس نے نماز جنازہ پڑھی ہے؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ میں نے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا: تم میں سے آج کس نے مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ میں نے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا: تم میں سے آج کس نے مریض کی تیمار داری کی ہے؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ میں نے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص میں یہ خوبیاں جمع ہوں وہ جنت میں داخل ہو گا۔

فائدہ: مذکورہ خوبیوں کے باوجود عاجزی و انکساری کا یہ عالم تھا کہ علامہ جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی الشافعی رحمہ اللہ (ت 911ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک باغ میں تشریف لے گئے۔ وہاں ایک چھوٹا سا کبوتر جیسا پرندہ سائے میں بیٹا تھا۔ حضرت صدیق اکبر

رضی اللہ عنہ نے (حسرت سے) آہ بھرتے ہوئے فرمایا: اے پرندے! تجھے مبارک ہو کہ تو ان درختوں کا پھل کھاتا ہے، ان درختوں کے سائے میں آرام کرتا ہے اور تجھ سے کوئی حساب نہیں ہو گا۔ اے کاش! کہ ابو بکر بھی تجھ جیسا ہوتا۔

فائدہ: دُبْسِیؓ، کبوتر کی قسم کا ایک پرندہ ہے جس کا رنگ خاکی ہوتا ہے۔

قاموس الوحید: ص499

حدیث نمبر 4:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے، میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے جنت کا دروازہ دکھایا جس سے میری امت کے لوگ داخل ہوں گے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی اے اللہ کے رسول! میری خواہش ہے کہ آپ کے ساتھ ہو کر کاش میں بھی وہ دروازہ دیکھتا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ مطمئن رہیں، یقیناً میری امت میں آپ ہی سب سے پہلے اسی دروازے سے جنت میں داخل ہوں گے۔

حدیث نمبر 5:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کا ہمارے اوپر کوئی (ظاہری) احسان تھا ہم نے اس کا بدلہ چکا دیا ہے۔ ہاں ابو بکر رضی اللہ عنہ کے احسانات کا بدلہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ خود ہی چکائیں گے۔

حدیث نمبر 6:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ حوضِ کوثر پر بھی میرے ساتھی ہوں گے (جیسے) غار میں میرے ساتھی رہے ہیں۔

حدیث نمبر 7:

حضرت سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بھلائی کی 360 خصلتیں ہیں، جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے خیر کا ارادہ کرتے ہیں تو اس میں ایک خصلت پیدا فرما دیتے ہیں جس کی وجہ سے وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! کیا ان خصلتوں میں سے میرے اندر بھی کوئی خصلت پائی جاتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں آپ میں ساری خصلتیں جمع ہیں۔

حدیث نمبر 8:

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام لوگوں کا قیامت کے دن حساب ہو گا سوائے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے (بلکہ بغیر حساب کے اللہ تعالیٰ جنت عطا فرما دیں گے)

خلیفہ دوم

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

ولادت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ واقعہ فیل کے 13 سال بعد (مکہ مکرمہ) میں پیدا ہوئے۔

نام ونسب:

عمر بن الخطاب بن نُفَیل بن عبد العُزیٰ بن رَباح بن عبد اللہ بن قُرط بن رَزاح بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب۔ آپ رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب (آٹھویں پشت میں) کعب پر جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

کنیت:

آپ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کی کنیت ابو حفص تھی۔

لقب:

حضرت ایوب بن موسیٰ رحمہ اللہ (مرسلاً) روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حق بات کا الہام عمر کے دل پر اور اس کا اظہار عمر کی زبان پر فرمایا۔ وہ فاروق ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے حق اور باطل میں فرق ظاہر کیا ہے۔

حلیہ مبارک / وضع قطع:

قاسم بن محمد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ میں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یہ اوصاف بیان کرتے ہوئے سنا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سفید رنگت والے، سرخی مائل، خوب لمبی قدو قامت والے، بھرپور جوانی والے انسان تھے آپ کے سر مبارک کے آگے کی طرف سے کچھ بال جھڑے ہوئے تھے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی ازواج واولاد:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت میں (قبل از اسلام) زینب بنت مظعون بن حبیب بن وھب بن حذافۃ بن جمح سے شادی کی اور ان سے (آپ کے دو بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئی، بیٹوں کے نام یہ ہیں) حضرت عبد اللہ، حضرت عبد الرحمٰن اکبر رضی اللہ عنہما اور (بیٹی کا نام) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ہے...... آپ نے زمانہ جاہلیت میں (قبل از اسلام) ملیکہ بنت جرول الخزاعی سے شادی کی اور ان سے عبید اللہ بن عمر پیدا ہوئے...... آپ نے زمانہ جاہلیت میں (قبل از اسلام) قُرَیبہ بنت ابی امیہ المخزومی سے شادی کی۔ آپ نے زمانہ اسلام میں ام حکیم بنت الحارث بن ہشام المخزومی سے شادی کی اور ان سے فاطمہ پیدا ہوئیں...... آپ نے زمانہ اسلام میں جمیلہ بنت ثابت بن ابی اقلح الاوسی الانصاری (یعنی عاصم بن ثابت کی بہن) سے شادی کی اور ان سے عاصم بن عمر پیدا ہوئے...... آپ رضی اللہ عنہ نے (زمانہ اسلام میں) سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی لخت جگر حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہما سے شادی کی (یہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وہ صاحبزادی ہیں جو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئی ہیں) آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو حق مہر میں چالیس ہزار دراہم دیے۔ انہی سے سے آپ کا ایک بیٹا زید اور ایک بیٹی رقیہ پیدا ہوئی...... آپ رضی اللہ عنہ نے لُھَیّہ نامی ایک یمنی خاتون سے شادی کی۔ ان سے آپ کے (چھوٹے بیٹے) عبد الرحمٰن پیدا ہوئے...... آپ رضی اللہ عنہ کے ماتحت فُکَیھہ نامی ایک ام ولد بھی تھیں۔ ان سے آپ کی بیٹی زینب پیدا ہوئی اور یہ آپ رضی اللہ عنہ کی سب سے چھوٹی بیٹی تھیں۔ اسی طرح آپ نے عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل سے بھی شادی کی۔

فائدہ: عبارت کے درمیان (......) کا نشان علامت حذف ہے۔ جس کا معنٰی یہ ہے کہ یہاں کچھ عبارت کو قصداً چھوڑ دیا گیا ہے۔

نوٹ: آسانی کے پیش نظر مذکورہ عبارت کا خلاصہ درج ذیل جدول میں پیش کیا جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ مختلف اوقات میں کل 8 خواتین سے شادی کی جن میں سے بیک وقت چار کو نکاح میں باقی رکھا اور چار کو طلاق دے دی۔ ایک آپ کی ام ولد تھیں اور آپ کے 6 بیٹے اور 4 بیٹیاں تھیں۔ ترتیب یہ ہے:

نمبر شمار	نام	بیوی / ام ولد	طلاق / نکاح میں باقی رکھی	اولاد
1	زینب بنت مظعون	بیوی	نکاح میں باقی رکھی	عبد اللہ، عبد الرحمٰن اکبر، حفصہ
2	مُلَیکہ بنت جرول الخزاعی	بیوی	طلاق دے دی	عبید اللہ
3	قُریبہ بنت ابی امیہ المخزومی	بیوی	طلاق دے دی	کوئی نہیں
4	ام حکیم بنت الحارث المخزومی	بیوی	طلاق دے دی	فاطمہ
5	جَمیلہ بنت ثابت الاوسی	بیوی	طلاق دے دی	عاصم
6	ام کلثوم بنت علی الہاشمی	بیوی	نکاح میں باقی رکھی	زید، رقیہ
7	لُھیَّہ	بیوی	نکاح میں باقی رکھی	عبد الرحمٰن (اصغر)
8	عاتکہ بنت زید	بیوی	نکاح میں باقی رکھی	کوئی نہیں
9	فکیہہ	ام ولد		زینب

فائدہ: "ام ولد" اس باندی کو کہتے ہیں کہ جب وہ بچہ یا بچی کو جنم دے اور مالک اس کو اپنی اولاد تسلیم کر لے تو وہ باندی مالک کی وفات کے بعد خود بخود آزاد ہو جاتی ہے۔

ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہما سے نکاح:

حضرت ثعلبہ بن ابی مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کی خواتین میں چادریں تقسیم کیں تو ایک قیمتی چادر بچ گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قریب بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا: امیر المؤمنین! یہ چادر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی (نواسی) کو دے دیں جو کہ آپ کی زوجہ ہے۔ ان کی مراد سیدہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما تھی۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی اولاد میں (دیگر اولاد بھی ہے اور) فاطمہ اور زید بھی ہیں۔ ان کی والدہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا ہیں جو حضرت علی اور حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ہیں۔

خاندانی اوصاف

انسان کے کردار و عمل میں خاندانی اوصاف کو بہت اہمیت حاصل ہوتی ہے، آپ رضی اللہ عنہ میں چند اوصاف بہت معروف تھے:

1: نسب دانی:

آپ علم الانساب کے ماہر تھے۔ اس لیے آپ رضی اللہ عنہ لوگوں کے اخلاقی حیثیتوں کو عام لوگوں کی نسبت زیادہ جانتے تھے۔

وَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ رَحِمَهُ اللهُ أَنْسَبَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ ثُمَّ عُمَرُ۔

کتاب البیان والتبیین، النسابون الخطباء

ترجمہ: اس امت میں نسب دانی کے امام حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔

2: شاعری:

آپ شعر وادب کے ماہر تھے۔

كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَحِمَهُ اللهُ أَعْلَمَ النَّاسِ بِالشِّعْرِ۔

کتاب البیان والتبیین، آراء فی الخطباء والشعراء والعلماء

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ باقی لوگوں کی نسبت شاعری کو زیادہ جاننے والے تھے۔

3: سفارت:

آپ کے خاندان میں یہ عہدہ چلا آرہا تھا آپ رضی اللہ عنہ نے بارہا سفارتی امور کے منتظم کی حیثیت سے سفر فرمائے۔

وَإِلَيْهِ كَانَتِ السِّفَارَةُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَكَانَتْ قُرَيْشٌ إِذَا وَقَعَتِ الْحَرْبُ بَيْنَهُمْ أَوْ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ غَيْرِهِمْ بَعَثُوهُ سَفِيْرًا۔

تہذیب الاسماء واللغات، باب العین والمیم

ترجمہ: زمانہ جاہلیت (قبل از اسلام) میں سفارت کا منصب آپ کے پاس تھا۔ قریش کی جب آپس میں یا دیگر قبائل سے لڑائی چھڑ جاتی تو وہ آپ کو سفیر بنا کر بھیجا کرتے۔

4: شجاعت:

خداداد جسمانی طاقت کے باعث آپ کو پہلوانی میں ممتاز مقام حاصل تھا۔

ابو ہلال رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ میں نے ابو التیاح کو حسن بصری رحمہ اللہ کی مجلس میں یہ فرماتے ہوئے سنا: ایک شخص نے چرواہے سے ملاقات کی اور اس کو کہا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ یہ بائیں ہاتھ والا تنگدست شخص (یعنی عمر) مسلمان ہو گیا ہے؟ چرواہے نے کہا: وہ شخص جو عکاظ کے بازار میں پہلوانی کیا کرتا تھا۔ اس شخص نے کہا: جی ہاں۔

5: سرداری:

آپ رضی اللہ عنہ کے والد بھی اپنی قوم کے سردار تھے اور آپ بھی بحیثیت سردار لوگوں کے درمیان فیصلہ فرمایا کرتے تھے۔

إِنَّ عُمَرَ كَانَ يَقْضِي بَيْنَ الْعَرَبِ فِي خُصُوْمَاتِهِمْ قَبْلَ الْإِسْلَامِ۔

فصل الخطاب فی سیرۃ امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ (خاندانی طور پر) لوگوں کے مابین ہونے والی لڑائی جھگڑوں میں فیصلہ کرنے والے تھے۔

6: تجارت:

آپ مکہ کے بہت بڑے تاجر تھے۔

عَنْ عُمَرَ قَالَ: دَخَلْتُ الشَّامَ فِي أَيَّامِ الْجَاهِلِيَّةِ تَاجِرًا مَعَ أَصْحَابٍ مِنْ قُرَيْشٍ۔

ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ، الفصل العاشر: في خلافته وما يتعلق بها

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں قریشیوں کے ہمراہ بطور تاجر شام کا (تجارتی) سفر کیا۔

6: پہلوانی، گھڑ سواری:

آپ چاق وچوبند بدن کے مالک پہلوان تھے۔

حَذَقَ مِنْ أَوَّلِ شَبَابِهِ أَلْوَانًا مِنْ رِيَاضَةِ الْبَدَنِ فَحَذَقَ الْمُصَارَعَةَ، وَرُكُوبَ الْخَيْلِ وَالْفُرُوسِيَّةَ۔

فصل الخطاب فی سیرۃ امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ جوانی کے آغاز میں مختلف جسمانی ورزشوں میں مہارت حاصل کر لی تھی، پہلوانی (کُشتی لڑنے)، گھڑ سواری اور گھڑ دوڑ میں خوب مشق کی۔

تورات میں آپ کی نشانیاں:

وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ تورات میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی یہ علامت موجود ہے کہ آپ مضبوط ترین حاکم ہوں گے۔

انجیل میں آپ کی نشانیاں:

حضرت عبد اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہوئے اس کو ایڑھ لگائی آپ کا کپڑا آپ کی ران سے ہٹا۔ اہل نجران (عیسائیوں) نے آپ کی ران پر کالا تل دیکھا وہ کہنے لگے کہ یہی وہ شخص ہے جس کے بارے میں ہم اپنی کتابوں میں یہ پیش گوئی پاتے ہیں کہ وہ ہمیں ہماری سرزمین سے نکال دے گا۔

اسلام لانے سے پہلے:

حضرت قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم اس وقت تک قوت کے اعتبار سے کمزور رہے جب تک عمر بن خطاب اسلام نہیں لائے تھے۔ (جب اسلام لے آئے تو ہم مضبوط ہو گئے)

عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام کی نبوی دعا:

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی: اے اللہ! عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کے ذریعے اسلام کو عزت عطا فرما۔

قبولِ اسلام

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن عمر بن خطاب تلوار لٹکائے گھر سے آ رہے تھے راستے میں قبیلہ بنو زہرہ کے ایک شخص ملے، پوچھا: عمر! خیریت تو ہے کہاں کا ارادہ ہے؟ کہنے لگے کہ محمد کو قتل کرنے جا رہا ہوں۔ اس شخص نے کہا کہ اگر آپ نے محمد کو قتل کر دیا تو بنو ہاشم اور بنو زہرہ سے کیسے محفوظ رہو گے (یعنی وہ تمہیں اس کے بدلے میں قتل کر دیں گے) بنو زہرہ کے اس شخص نے کہا کہ (مجھ سے) حضرت عمر نے کہا: مجھے لگتا ہے کہ تم بھی صابی (بے دین) بن گئے ہو اور پرانے دین کو چھوڑ کر نئے دین میں داخل ہو چکے ہو۔ اس شخص نے کہا کہ عمر! میں آپ کو ایک عجیب بات نہ بتاؤں؟ وہ یہ کہ آپ کی بہن اور بہنوئی بھی اس دین کو چھوڑ چکے ہیں جس (بت پرستی والے دین) پر آپ ابھی تک قائم ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ عمر سخت غصے میں وہاں سے چلے اور ان دونوں (بہن اور بہنوئی) کے ہاں پہنچے۔ ان کے پاس ایک مہاجر صحابی جن کا نام خباب رضی اللہ عنہ تھا موجود تھے، حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے جب عمر کی آہٹ سنی تو وہ گھر میں (ایک جگہ) چھپ گئے۔ عمر اپنی بہن اور بہنوئی کے پاس پہنچے اور کہنے لگے کہ یہ آہستہ سی آواز کس چیز کی تھی جو میں نے (یہاں داخل ہونے سے پہلے) تمہارے گھر سے سنی ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ سورۃ طٰہٰ کی تلاوت کر رہے تھے۔ ان دونوں نے (بات کو ٹالنے کے لیے) کہا کہ ہم تو بس آپس میں باتیں کر رہے تھے اس کے علاوہ کوئی آواز نہیں تھی۔ عمر نے کہا کہ مجھے یوں لگتا ہے کہ تم دونوں اپنا سابقہ دین (بت

پرستی والا) چھوڑ چکے ہو۔ عمر کے بہنوئی نے جواب دیا کہ عمر آپ کا کیا خیال ہے جس دین (بت پرستی) پر آپ ہو اس کے علاوہ سچا دین ہی وہی ہو (جس کو ہم نے قبول کر لیا ہے)

راوی کہتے ہیں کہ یہ بات سنی تھی کہ عمر اپنے بہنوئی کو مارنے کے لیے ٹوٹ پڑے۔ اور انہیں سختی سے زمین پر پٹخ دیا۔ آپ کی بہن اپنے شوہر کو چھڑانے آئیں تو آپ نے انہیں زور سے دھکا دیا جس سے وہ گر پڑیں اور انہیں اتنے زور سے مارا کہ ان کے چہرے سے خون نکل آیا۔ اس پر آپ کی بہن بھی غصہ میں آئیں اور فرمانے لگیں: عمر! یاد رکھو کہ سچا دین (دین اسلام) وہی ہے جو تیرے دین (بت پرستی) کے علاوہ ہے۔ اس لیے میں (اب تمہارے سامنے بھی علی الاعلان) گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور میں اس بات کی بھی گواہی دیتی ہوں کہ محمد اللہ کے (برحق) رسول ہیں۔ جب عمر کو (بہن اور بہنوئی کے واپس بت پرستی والے دین پر آنے سے) مایوسی ہوئی تو کہنے لگے کہ اچھا وہ کتاب مجھے بھی دو جو تم پڑھ رہے تھے میں بھی اس کو پڑھتا ہوں (تاکہ یہ فیصلہ کر سکوں کہ تمہارا یہ دین سچا ہے یا نہیں؟) راوی کہتے ہیں کہ عمر ان لوگوں میں سے تھے جو پڑھے لکھے تھے۔ عمر کی بہن نے کہا کہ آپ (اس وقت اس کتاب کو ہاتھ نہیں لگا سکتے کیونکہ) آپ ابھی ناپاک ہیں۔ اور قرآن کا حکم ہے کہ ناپاک لوگ اس قرآن کو ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ اس لیے آپ اٹھیں اور غسل کریں (یا وضو کرنے کا کہا) عمر اٹھے اور اعضائے وضو کو دھو کر آئے پھر آپ نے وہ صحیفہ لیا اور سورۃ طٰہٰ کی تلاوت شروع کی اور اس آیت مبارکہ پر پہنچے۔ {إِنَّنِي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي}

راوی کہتے ہیں کہ عمر نے کہا کہ مجھے محمد کے پاس لے چلو! جب یہ بات خباب رضی اللہ عنہ نے سنی تو گھر باہر نکل آئے اور فرمانے لگے: عمر! مبارک ہو۔ مجھے یقین ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لیے جمعرات کی شب دعا مانگی تھی آپ اس کی مراد بن چکے ہو۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دعا مانگی تھی کہ اے اللہ! عمر بن خطاب یا عمرو بن ہشام کی بدولت اسلام کو عزت (قوت) عطا فرما۔ راوی کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم صفا پہاڑی پر مکان (دار ارقم) میں تشریف فرما تھے۔ عمر چل پڑے اور اس مکان تک تشریف لے آئے (جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے) مکان کے دروازے پر (بطور محافظ) حضرت حمزہ، حضرت طلحہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے عمر کے آنے سے لوگوں کو خوف

زدہ ہوتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ہاں ٹھیک ہے کہ عمر آ رہا ہے اگر اللہ نے عمر کے لیے خیر کا ارادہ فرمایا ہے تو وہ اسلام قبول کرلے گا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرلے گا۔ اور اگر اللہ کا ارادہ اس کے علاوہ ہے تو عمر کو موت کے گھاٹ اتارنا ہمارے لیے معمولی سی بات ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ جب عمر آئے تو اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ چند لمحوں بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس (نزول وحی والی) کیفیت سے باہر نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دامن کو پکڑا اور تلوار کی میان کو کھینچ کر فرمایا: عمر! کیا تم اس وقت تک (فساد سے) باز نہیں آؤ گے جب تک اللہ تم پر بھی وہی رسوائی اور ذلت وخواری مسلط نہ کر دے جو ولید بن مغیرہ پر نازل ہوئی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ الٰہی میں دعا مانگتے ہوئے عرض کی: اے اللہ! عمر آپ کے حضور حاضر ہے اس کی وجہ سے دین اسلام کو عزت (قوت) عطا فرما! راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی وقت کہا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے برحق رسول ہیں (اس لیے آپ کی دعوت دین سچ پر مبنی ہے میں اسے قبول کرتا ہوں) اسلام قبول کیا۔ (جب نماز کا وقت ہوا تو) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: اے اللہ کے رسول! (دار ارقم سے باہر کعبہ میں) تشریف لائیں (نماز مسجد حرام میں پڑھیں گے۔)

قبول اسلام کے وقت دعائے نبوی:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو اس وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے سینے پر تین مرتبہ ہاتھ مار کر یہ دعا دی اے اللہ! اس کے سینے میں جو کچھ میل کچیل ہو اسے دور فرما اور اس کے بدلے اس کے سینے کو ایمان سے بھر دے۔ (آپ نے یہ دعا تین بار ارشاد فرمائی)

امت کے چالیسویں مسلمان:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر انتالیس مرد وخواتین ایمان لا چکے تو پھر عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تب ان (اہل ایمان) کی تعداد چالیس مکمل ہوگئی۔ اس موقع پر حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ وحی لے کر نازل ہوئے کہ اے نبی آپ کے لیے اللہ (بطور کارساز) اور وہ مومن (بطور معاون) کافی ہیں جنہوں نے آپ کی اتباع کی ہے۔

عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام سے آسمانوں میں خوشیاں:

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب سیدنا عمر (رضی اللہ عنہ) ایمان لائے تو جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! عمر (رضی اللہ عنہ) کے اسلام لانے پر اہلِ آسمان (یعنی فرشتوں) نے بھی خوشی منائی ہے۔

مشرکین کی مایوسی:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو مشرکین نے کہا کہ اب ہماری قوم دو حصوں میں تقسیم ہو گئی ہے۔

قبول اسلام کی تشہیر:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب عمر بن خطاب نے اسلام قبول کیا تو آپ نے پوچھا کہ کون سا قریشی ایسا ہے جو باتوں کو خوب پھیلانے کا ہنر جانتا ہو؟ آپ کو بتایا گیا کہ جمیل بن معمر الجمعی۔ آپ اس کے پاس تشریف لے گئے؟ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں آپ کے ساتھ ساتھ اس کے پیچھے چل رہا تھا تاکہ دیکھوں کہ وہ کیا کرتا ہے؟ اور میں ان دنوں کم عمر تھا۔ جبکہ جمیل بن معمر جو کہ نافع بن عمر بن جمیل کے دادا ہیں۔ جو باتیں میں دیکھتا اان کو سمجھتا تھا یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے پاس پہنچے اور فرمایا: جمیل! کیا آپ کو یہ بات معلوم ہے کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں اور د محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں داخل ہو چکا ہوں؟

عمر رضی اللہ عنہ... سراپا خیر وبرکت:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر (رضی اللہ عنہ) کا قبول اسلام ہمارے لئے ایک فتح تھی اور ان کی امارت ایک رحمت تھی، خدا کی قسم ہم بیت اللہ میں نماز پڑھنے کی ہمت نہیں رکھتے تھے، یہاں تک کہ عمر (رضی اللہ عنہ) اسلام لائے۔ پھر ہم نے بیت اللہ میں نماز پڑھی۔

ہجرت مدینہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مدینہ منورہ تشریف لائے آپ رضی اللہ عنہ وہ واحد شخص ہیں جنھوں نے اعلان کرکے ہجرت کا عزم کیا۔ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے چھپ کر ہجرت کی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار لی، ترکش کندھے پر رکھا، ہاتھ میں تیر اور لاٹھی لے کر روانہ ہوئے، کعبۃ اللہ کا طواف کیا (مشرکین اس وقت بیت اللہ کے صحن میں بیٹھے تھے) مقام ابراہیم پر تشریف لائے، نماز ادا کی اور پھر کفار کے حلقوں سے گزرتے ہوئے للکار کر فرمایا: برباد ہو جائیں یہ، اللہ ان کی عزت کو خاک میں ملائے۔ جو شخص چاہتا ہے اس کی ماں اسے گم پائے اس کی اولاد اس پر روئے، اس کی بیوی بیوہ ہو تو وادی کے پیچھے آکر مجھ سے ملے (عمر کا راستہ روک کر دکھائے) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کے ساتھ ضعفاء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت تھی۔ حضرت براابن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سب سے پہلے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اس کے بعد حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آئے پھر حضرت بلال، حضرت سعد اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم آئے۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت آئی اور اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔

عقد مؤاخات:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقد مواخات قائم کیا اور فطری طور پر ہم مزاجی کا خیال فرماتے ہوئے ایک مہاجر کو ایک انصاری کا نام بنام بھائی قرار دیا۔ اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مواخات حضرت عِتْبَان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے قائم فرمائی۔

غزوات میں شرکت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ تمام غزوات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ آپ کے محافظ اور سپاہی بن کر رہے۔ جس کا تذکرہ اختصار و جامعیت کے ساتھ میری کتاب "سیرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم" جلد دوم میں موجود ہے۔ اس گفتگو میں اس باب کو ذکر کرنا طوالت کا باعث ہے اس لیے اسے چھوڑا جارہا ہے۔

بیوہ بیٹی کے لیے پیغام نکاح:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب (میری بیٹی) حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کے شوہر خُنیس بن حذافہ السہمی رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں زخمی ہوئے اور انہی زخموں کی وجہ سے مدینہ منورہ میں آکر شہادت پائی جس کی وجہ سے میری بیٹی حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا بیوہ ہو گئیں۔ تو میں نے اپنی بیٹی سے رشتے کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بات کی کہ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کا نکاح اپنی بیٹی حفصہ سے کر دوں؟ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سوچنے کے لیے کچھ دن کا وقت لے لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کچھ دن بعد دوبارہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اُن سے اس بارے دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے یہ سوچا ہے کہ ابھی میں نکاح نہ کروں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے اس سلسلے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بات کی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی بات کو بغور سن تو لیا لیکن کوئی جواب دیے بغیر خاموش ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کا یہ طرز عمل میرے لیے عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ باعث تکلیف ہوا۔ میں نے کچھ دن توقف کیا۔

اس کے بعد خود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کے لیے پیغام نکاح بھیجا اور میں نے اپنی بیٹی حفصہ کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر دیا۔ کچھ دن بعد میری ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھ سے فرمایا: عمر! شاید آپ کو میرے طرز عمل سے تکلیف ہوئی ہو گی کہ آپ نے اپنی بیٹی حفصہ سے نکاح کے لیے مجھ سے بات کی تھی اس پر میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: بالکل تکلیف تو ہوئی ہے۔ تب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اب سنو! اصل بات یہ تھی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ آپ کی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں خود نکاح فرمانے کی بات کی تھی۔ اور میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز فاش کروں۔ اس لیے میں نے آپ کو جواب نہیں دیا تھا۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نکاح نہ فرماتے تو میں آپ کی بیٹی سے ضرور نکاح کر لیتا۔

موافقات عمر رضی اللہ عنہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اکثر آراء کو قرآنی تائید حاصل ہو جایا کرتی تھی جنہیں "موافقات عمر" کہا جاتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نزول وحی سے پہلے ایک بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل پر القاء فرما دیتے آپ رضی اللہ عنہ اس بات کا اظہار فرماتے بعد میں وہی بات نازل ہونے والے قرآنی حکم کے موافق ہوتی۔

یہاں یہ بات یاد رکھیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی دیانتدارانہ آراء عرض کرتے رہتے تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم احکام شریعت کے معاملے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آراء کے پابند نہیں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف معاملات میں آراء عمر کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل مختلف رہا۔

1. کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے خلاف فیصلہ فرما لیتے۔ جیسے بدر کے قیدیوں کے بارے میں۔
2. کبھی رائے سن کر ارشاد فرماتے کہ مجھے ابھی تک اس کا حکم نہیں ملا۔ جیسے: پردے کا مسئلہ، شراب پر پابندی کا مسئلہ۔
3. کبھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے روکنے کے باوجود بھی نہ رکتے۔ جیسے: رئیس المنافقین کا جنازہ کے موقع پر۔
4. کبھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کی اصلاح فرماتے۔ جیسے: فتح مکہ کے موقع پر حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں عرض کی کہ میں اس کی گردن مارتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمر! حاطب بدری صحابی ہے۔

مذکورہ باتوں سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم احکام شریعت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آراء (موافقت وحی سے پہلے پہلے) کے پابند نہیں تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کام رائے دینا تھا۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اکثر اوقات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آراء قرآنی احکام کے موافق ہو جایا کرتیں۔ چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

1: اللہ کافروں کا دشمن ہے:

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ جِبْرِيْلَ وَ مِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۹۸﴾

سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ:98

ترجمہ: اگر کوئی شخص اللہ کا، اس کے فرشتوں کا، جبریل اور میکائیل کا دشمن ہے تو (اسے یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ) اللہ کافروں کا دشمن ہے۔

عبد الرحمٰن ابن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہ ایک یہودی کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، وہ یہودی کہنے لگا کہ جس جبریل کا تذکرہ آپ کے ساتھی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کرتے ہیں وہ ہمارا دشمن ہے۔ اس یہودی کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا: مَنۡ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ جِبۡرِيۡلَ وَ مِيۡكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۹۸﴾ اگر کوئی شخص اللہ کا، اس کے فرشتوں کا، جبریل اور میکائیل کا دشمن ہے تو (اسے یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ) اللہ کافروں کا دشمن ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موافقت میں یہ آیت نازل ہوئی۔

2: مقام ابراہیم کے قریب نماز:

وَ اتَّخِذُوۡا مِنۡ مَّقَامِ اِبۡرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ

سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ:125

ترجمہ: اور تم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے تین چیزوں میں اپنے رب کی موافقت کی ہے۔ (اور ان میں ایک یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ) میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کاش کہ آپ مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنالیتے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

3: نبی کا فیصلہ نہ ماننے والا مومن نہیں:

فَلَا وَ رَبِّکَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوۡکَ فِیۡمَا شَجَرَ بَیۡنَہُمۡ ثُمَّ لَا یَجِدُوۡا فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیۡتَ وَ یُسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا ﴿۶۵﴾

سورۃ النساء، رقم الآیۃ:65

ترجمہ: آپ کے رب کی قسم! وہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب اپنے باہمی جھگڑوں میں آپ کو منصف نہ مان لیں اور آپ کے فیصلے سے اپنے دلوں میں تنگی بھی نہ پائیں اور آپ کے فیصلے کو خوشی خوشی قبول کریں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کی بات ہے۔ ایک یہودی اور ایک منافق کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی کے حق میں فیصلہ فرمادیا۔ دونوں واپس آ

گئے۔ منافق کو خیال آیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جاتے ہیں حضرت عمر یہودیوں کے سخت دشمن ہیں تو یہ فیصلہ میرے حق میں کریں گے اور یہودی کی مخالفت کریں گے۔ دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، منافق کہنے لگا ہمارا فیصلہ کریں۔ یہودی کہنے لگا عمر! اے عمر! ہمارا فیصلہ کرنے سے پہلے ایک بات سن لیں ہم دونوں پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا چکے ہیں، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فیصلہ میرے حق میں کر چکے ہیں، اب آپ کی مرضی ہے، اب آپ جیسا چاہو فیصلہ کرو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم تھوڑی دیر ٹھہرو، میں گھر سے ہو کر آتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر گئے اور گھر سے تلوار اٹھا کر لائے اور آکر منافق کی گردن اڑا دیا، اور فرمایا جو نبی کے فیصلے کو نہیں مانتا اس کا فیصلہ عمر کی تلوار کرتی ہے۔ اس کے بعد منافق سارے اکٹھے ہو گئے کہ عمر نے زیادتی کی ہے کیس سنا نہیں ہے قتل کا فیصلہ بنتا نہیں تھا۔ حضرت عمر کے پاس تو کوئی انسان گواہ نہیں تھا تو قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی۔

4: شراب کی حرمت:

شراب کی حرمت کے بارے میں تدریجاً احکام نازل ہوتے رہے۔ پہلا حکم نازل ہوا کہ اس میں گناہ ہے اور فائدہ بھی۔ یہ اس وقت جب حضرت عمر، حضرت معاذ بن جبل اور دیگر انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، شراب کے بارے میں دریافت فرمایا، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِؕ قُلْ فِيْهِمَاۤ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ٘ وَ اِثْمُهُمَاۤ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَاؕ

سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ:219

ترجمہ: لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں دریافت کرتے ہیں آپ ان سے فرما دیں کہ ان (کو کرنے) میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے نفع بھی ہے۔ اور ان دونوں کا گناہ ان کے نفع سے زیادہ بڑا ہے۔

چونکہ اس آیت میں مطلقاً حرمت نہیں تھی اس لیے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شراب کو چھوڑ دیا اور بعض نے نہیں چھوڑا۔

دوسرا حکم یہ نازل ہوا کہ خاص نماز کی حالت میں حرام ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ (شراب کے مطلقاً حرام ہونے سے پہلے) ایک مرتبہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کچھ صحابہ رضی

اللہ عنہم کو کھانے پر مدعو کیا، وہاں کھانے کے بعد شراب پی گئی، اسی حالت میں نماز (مغرب) کا وقت آگیا، تو ایک شخص نے امامت کی، اور اس میں نشے کی وجہ سے قرآنی آیات کی تلاوت میں بہت بڑی غلطی کر گئے، سورۃ الکافرون کی آیات کو مَا أَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُونَ. وَنَحۡنُ نَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُونَ اس طرح پڑھا جس کا معنیٰ یہ بنتا ہے کہ میں اس کی عبادت کرتا ہوں جس کی اے کافرو تم عبادت کرتے ہو اور ہم اسی کی عبادت کرتے ہیں جس کی کافرو تم عبادت کرتے ہو۔ (یعنی غیر اللہ کی عبادت جس میں بت وغیرہ شامل ہیں) اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَقۡرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنۡتُمۡ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعۡلَمُوۡا مَا تَقُوۡلُوۡنَ-

سورۃ النساء، رقم الآیۃ: 43

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم (شراب کے) نشے میں مدہوش ہو جاؤ اور تمہیں یہ معلوم نہ ہو کہ تم کیا کہہ رہے ہو تو ایسی حالت میں نماز کے قریب بھی نہ جاؤ۔

چونکہ اس آیت میں بھی مطلقاً حرمت نہیں تھی بلکہ نماز کی حالت کے ساتھ خاص تھی۔

تیسرا حکم اس وقت نازل ہوا جب حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ نے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دعوت کی، اس میں بھی بدستور شراب پی گئی، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے نشے کی حالت قصیدہ پڑھا، جس میں انصار مدینہ کی ہجو (بدگوئی) اور اپنی قوم کی تعریف کی، اس پر ایک انصاری صحابی کو غصہ آیا اونٹ کی ہڈی اٹھا کر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو دے ماری، جس کی وجہ سے انہیں شدید زخم آیا۔ اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ بَيِّنۡ لَنَا فِي الۡخَمۡرِ بَيَانًا شَافِيًا۔

اے اللہ! شراب کے بارے میں ہمارے لیے واضح حکم نازل فرما۔

چنانچہ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّمَا الۡخَمۡرُ وَ الۡمَیۡسِرُ وَ الۡاَنۡصَابُ وَ الۡاَزۡلَامُ رِجۡسٌ مِّنۡ عَمَلِ الشَّیۡطٰنِ فَاجۡتَنِبُوۡهُ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ﴿۹۰﴾

سورۃ المائدۃ، رقم الآیۃ: 90

ترجمہ: اے ایمان والو! شراب، جوا، بت اور قرع کے تیر یہ سب گندی باتیں ہیں شیطانی کام ہیں اس سے اپنے آپ کو بچاؤ تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

اس کے بعد شراب کو مطلقاً حرام قرار دے دیا گیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شراب بہادی اور شراب کے برتن (مٹکے وغیرہ) توڑ دیے۔

5: بدر کے قیدیوں کا معاملہ:

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ۭتُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ڰ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۭوَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٦٧﴾

سورۃ الانفال، رقم الآیۃ:67

ترجمہ: یہ بات کسی نبی کے شایان شان نہیں کہ اپنے قبضے میں قیدی لے پھر وہ زمین میں (کافروں کا) صفایانہ کر لے۔ تم لوگ دنیاوی مال واسباب چاہتے ہو اور اللہ تمہارے لیے آخرت (کا سامان) چاہتا ہے اور اللہ غالب ہے حکمت والا ہے۔

غزوہ بدر کے موقع پر جب مشرکین قید ہوئے تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا کہ ان قیدیوں کے ساتھ کیا کرنا چاہیے (قتل کر دیں یا پھر فدیہ لے کر چھوڑ دیں) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے (مصلحت کے پیش نظر) عرض کی یارسول اللہ! یہ آپ کی قوم کے لوگ ہیں ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دینا چاہیے ہو سکتا ہے اللہ تعالی ان کو ایمان کی توفیق عطا فرمائے۔ جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے دی کہ قیدیوں کو ان کے رشتے داروں کے حوالے کر کے قتل کرا دیا جائے۔ کیونکہ انہوں نے مسلمانوں پر جو مظالم ڈھائے ہیں ان بنیاد پر ان کا عبرتناک انجام ہو۔

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کی موافقت میں اللہ رب العزت نے آیت اتاری۔ لیکن نزول آیت سے پہلے ہی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے کو بہتر سمجھا اور قیدیوں سے فدیہ لے کر آزاد کرنے کا حکم دیا۔

6: منافق کی نماز جنازہ:

وَ لَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ۭ

سورۃ التوبۃ، رقم الآیۃ:84

ترجمہ: (اے نبی) ان منافقین میں سے اگر کوئی مر جائے تو آپ اس پر کبھی نماز (جنازہ) مت پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔

عبد اللہ بن ابی رئیس المنافقین کی وفات ہوئی تو آپ کو نماز جنازہ پڑھنے کے لیے بلایا گیا جب آپ آئے اور نماز جنازہ کی نیت کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سامنے آئے اور اس کے تمام برے افعال گنوائے اور عرض کی کہ آپ اللہ کے دشمن کا جنازہ پڑھیں گے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ صف میں آکر کھڑے ہو گئے۔ نماز جنازہ پڑھے ابھی کچھ وقت گزرا تھا کہ سورۃ التوبۃ کی درج بالا آیت نازل ہوئی جس میں منافقین کی نماز جنازہ ادا کرنے سے منع کر دیا گیا۔

7: اللہ برکت والا اور سب سے بہتر پیدا کرنے والا ہے:

وَ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ سُلٰلَۃٍ مِّنۡ طِیۡنٍ ﴿۱۲﴾ (الی قولہ) ثُمَّ اَنۡشَاۡنٰہُ خَلۡقًا اٰخَرَ ؕ

سورۃ المومنون، رقم الآیات: 12 تا 14

ترجمہ: اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا پھر اس کو ایک مضبوط (اور محفوظ) جگہ پر نطفہ بنا کر رکھا، پھر نطفے کا لوتھڑا بنایا، پھر لوتھڑے سے بوٹی بنائی پھر بوٹی سے ہڈیاں بنائیں اور پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا پھر نئی صورت میں بنایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنے رب کی چار مقامات پر موافقت کی ہے (ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب) یہ آیت کریمہ یہاں تک نازل ہوئی تو میں کہا: فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحۡسَنُ الۡخٰلِقِیۡنَ ﴿۱۴﴾ بڑی شان ہے اللہ کی جو تمام کاریگروں سے بڑھ کر کاری گری فرمانے والا ہے۔ چنانچہ اسی وقت آیت کا یہ حصہ بھی نازل ہو گیا۔

8: گھروں میں داخل ہوتے وقت اجازت مانگنا:

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لِیَسۡتَاۡذِنۡکُمُ الَّذِیۡنَ مَلَکَتۡ اَیۡمَانُکُمۡ وَ الَّذِیۡنَ لَمۡ یَبۡلُغُوا الۡحُلُمَ مِنۡکُمۡ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنۡ قَبۡلِ صَلٰوۃِ الۡفَجۡرِ وَ حِیۡنَ تَضَعُوۡنَ ثِیَابَکُمۡ مِّنَ الظَّہِیۡرَۃِ وَ مِنۡۢ بَعۡدِ صَلٰوۃِ الۡعِشَآءِ ۟ؕ ثَلٰثُ عَوۡرٰتٍ لَّکُمۡ ؕ لَیۡسَ عَلَیۡکُمۡ وَ لَا عَلَیۡہِمۡ جُنَاحٌۢ بَعۡدَہُنَّ ؕ طَوّٰفُوۡنَ عَلَیۡکُمۡ بَعۡضُکُمۡ عَلٰی بَعۡضٍ ؕ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمُ الۡاٰیٰتِ ؕ وَ اللّٰہُ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ ﴿۵۸﴾

سورۃ النور، رقم الآیۃ: 58

ترجمہ: اے ایمان والو! جو غلام، لونڈیاں تمہاری ملکیت میں ہیں اور تم میں سے جو بچے ابھی بلوغ تک نہیں پہنچے ان کو چاہیے کہ وہ تین اوقات میں (تمہارے پاس آنے کے لیے) تم سے اجازت مانگیں۔ نماز فجر سے پہلے، جب دوپہر کے وقت تم (زائد) کپڑے اتار کر رکھا کرتے ہو۔ اور نماز عشاء کے بعد۔ یہ تین اوقات تمہارے پردے کے اوقات

ہیں۔ ان اوقات کے علاوہ تم پر کوئی تنگی ہے اور نہ ہی اُن پر۔ ان کا بھی تمہارے پاس آنا جانا لگا رہتا ہے تمہارا بھی ایک دوسرے کے پاس (آنا جانا لگا رہتا ہے) اللہ اس طرح آیتوں کو تمہارے سامنے کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔ اور اللہ علم کا بھی مالک ہے اور حکمت کا بھی مالک ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک انصاری غلام مدلج بن عمرو رضی اللہ عنہ کو دوپہر کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بلانے کے لیے بھیجا۔ یہ آپ کے گھر چلے آئے آپ سو رہے تھے اور جسم کا کچھ حصہ بے پردہ ہو رہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دعا کی کہ اے اللہ ہمارے سونے کے اوقات میں بلا اجازت داخل ہونے کو حرام فرما دے۔ چنانچہ آیت شریفہ نازل ہوئی۔

9: ازواج مطہرات کو پردے کا حکم:

یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَ بَنٰتِکَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ؕ ذٰلِکَ اَدْنٰۤی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ ؕ وَ کَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۵۹﴾

سورۃ الاحزاب، رقم الآیۃ:59

ترجمہ: اے نبی! آپ اپنی بیویوں، اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی خواتین سے فرمادو کہ وہ اپنی چادریں اپنے منہ پر جھکا لیا کریں اس طریقے میں اس بات کی زیادہ توقع ہے کہ وہ پہچان لی جائیں۔ تو ان کو ستایا نہیں جائے گا۔ اور اللہ بہت بخشنے والا بہت مہربان ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ کے پاس ہر طرح کے نیک (صحابہ) اور برے (منافق) لوگ آتے ہیں۔ آپ اپنی بیویوں کو حجاب میں رہنے کا حکم دیں۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی۔

10: منافقین کے لیے عدم استغفار:

سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ لَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ﴿۶﴾

سورۃ المنافقون، رقم الآیۃ:6

ترجمہ: (اے نبی) ان کے حق میں دونوں باتیں برابر ہیں، چاہے آپ ان کے لیے مغفرت کی دعا مانگیں یا نہ مانگیں، اللہ ان کی ہرگز مغفرت نہیں فرمائے گا۔ یقیناً اللہ ایسے نافرمانوں کو ہدایت تک نہیں پہنچاتے۔

جب قرآن کریم کی درج ذیل آیت نازل ہوئی۔

اِسْتَغْفِرْ لَہُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَہُمْ۔اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَہُمْ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَہُمْ۔

سورۃ التوبۃ، رقم الآیۃ:80

ترجمہ: (اے نبی) آپ ان کے لیے استغفار کریں یا نہ کریں (ان کے حق میں دونوں باتیں برابر ہیں) اگر آپ ان کے لیے ستر مرتبہ بھی استغفار کریں تب بھی اللہ انہیں کسی صورت نہیں بخشے گا۔

اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں 70 سے زائد بار ان کے لیے مغفرت طلب کروں گا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: سَوَآءٌ عَلَیْہِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَہُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَہُمْ۔لَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَہُمْ۔ ان کے حق میں دونوں باتیں برابر ہیں، چاہے آپ ان کے لیے مغفرت کی دعا مانگیں یا نہ مانگیں، اللہ ان کی ہرگز مغفرت نہیں فرمائے گا۔

اس پر اللہ رب العزت نے سورۃ المنافقون کی درج بالا آیت نازل فرمائی۔

نمایاں کارنامے

آپ کی کل مدت خلافت دس سال چھ ماہ دس دن ہے۔ اس مختصر سی مدت میں جہاں ہر طرف سے اسلام کے دشمن اکٹھے ہو کر شمع اسلام کو گل کرنے کے تانے بانے بن رہے تھے وہاں پر ان اسلام دشمن لوگوں کے لیے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ دعائے نبوی کی تاثیر بن کر اسلام کی عزت میں مزید اضافہ فرما رہے تھے۔ آپ کی حکمت عملی، مومنانہ فراست، انتظامی صلاحیتیں، عدل وانصاف، رعایا پروری، خدا ترسی اور عدیم المثال طرز حکومت کے باعث 22لاکھ 51ہزار 30 مربع میل زمین پر اسلامی خلافت کا پرچم لہراتا رہا۔

1: جمع قرآن کی تحریک:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ یمامہ کے بعد مجھے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بلایا۔ جب میں ان کے پاس پہنچا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا:

حضرت صدیق اکبر: حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا کہ یمامہ کی جنگ میں بہت سارے حفاظ شہید ہوگئے ہیں، مجھے ڈر ہے کہ اگر ایسے ہی جنگوں میں حفاظ شہید ہوتے رہے تو قرآن مجید کا بہت سارا حصہ ان کے سینوں ہی میں چلا جائے گا؛ اس لئے میری رائے یہ ہے آپ قرآن کریم کو ایک جگہ جمع کرنے کا حکم دے دیں۔ میں نے عمر سے کہا کہ جو کام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا وہ ہم کیسے کریں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: خدا کی قسم! اس میں خیر ہی خیر ہے۔ یہ مجھ سے بار بار اصرار کرتے رہے؛ بالآخر اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ بھی اس کام کے لیے کھول دیا اور اب میری رائے بھی یہی ہے جو عمر رضی اللہ عنہ کی ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: تم نوجوان بھی ہو، سمجھدار بھی ہو، عادل بھی ہو، ہم تم میں کسی طرح کی تہمت موجود نہیں پاتے اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبِ وحی بھی رہے ہو۔ لہٰذا تم قرآن کریم کی آیات کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تلاش کرو اور ان کو جمع کرو۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! اگر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مجھے کسی پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم فرماتے تو یہ میرے لیے قرآن کریم جمع کرنے سے زیادہ آسان تھا۔

حضرت زید: آپ حضرات ایسا کام کیوں کرتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا؟

حضرت ابو بکر: قسم بخدا! یہ تو اچھا ہی کام ہے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اس بارے میں مسلسل مجھ سے اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی طرح اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ بھی اس کام کے لیے کھول دیا۔ چنانچہ میں نے قرآن کریم کے اجزاء کو تلاش کرنا شروع کیا اور اسے کھجور کی شاخوں، باریک سفید پتھروں اور لوگوں کے سینوں سے اکٹھا کر کے ایک جگہ جمع کر دیا۔

2: قرآن کریم کی تعلیم کا مضبوط نظام:

اھل السنۃ والجماعۃ کے ہاں دینی امور مثلاً: قرآن پڑھانا، امامت کرنا، اذان دینا، مسجد کا خدمت کرنا، خطابت کرنا، علوم شریعت کی تعلیم دینا، فتویٰ دینا، امورِ خلافت کی باگ ڈور سنبھالنا اور نکاح پڑھانا وغیرہ پر اجرت اور تنخواہ لے کر ان امور کو سر انجام دینا جائز ہے۔ اس پر قرآن و سنت کے کئی ایک دلائل موجود ہیں مزید یہ کہ حضرات خلفاء

راشدین رضی اللہ عنہم کے عمل سے بھی ثابت ہیں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو ممالک فتح کیے اُن میں قرآن کریم کی تعلیم کا آغاذ کیا۔ با قاعدہ طور پر بچوں کو تعلیم دینے والے معلّم اور قاری صاحبان کی تنخواہیں مقرر کیں:

عَنِ الْوَضِينِ بْنِ عَطَاءٍ قَالَ: ثَلَاثَةٌ مُعَلِّمُونَ كَانُوا بِالْمَدِينَةِ يُعَلِّمُونَ الصِّبْيَانَ وَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَرْزُقُ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ خَمْسَةَ عَشَرَ دِرْهَمًا كُلَّ شَهْرٍ.

السنن الکبریٰ للبیہقی

ترجمہ: وضین بن عطاء رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ مدینہ منورہ میں تین معلم تھے جو بچوں کو پڑھاتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سب کو پندرہ درہم ماہانہ وظیفہ دیا کرتے تھے۔

اور آپ رضی اللہ عنہ کے اپنے عمل مبارک کے متعلق امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَأَكَلَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا.

صحیح البخاری

ترجمہ: حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی تنخواہ لیتے تھے۔

اس روایت کے جملہ "وَأَكَلَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا" کی شرح میں علامہ بدر الدین محمود بن احمد بن موسیٰ العینی الحنفی رحمہ اللہ (ت 855ھ) لکھتے ہیں:

أَكْلُهُمَا كَانَ فِيْ أَيَّامِ خِلَافَتِهِمَا لِاشْتِغَالِهِمَا بِأُمُوْرِ الْمُسْلِمِيْنَ وَلَهُمَا مِنْ ذٰلِكَ حَقٌّ.

عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری

ترجمہ: حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما جو تنخواہ لیتے تھے تو اس سے مراد ان کا اپنے ایام خلافت میں تنخواہ لینا ہے کیونکہ وہ مسلمانوں کے امور میں مشغول رہتے تھے، اس لیے یہ ان کا حق بنتا ہے۔

3: مسئلہ باجماعت بیس رکعات تراویح:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں رمضان المبارک میں بیس رکعات تراویح ادا کی جاتی تھی اور اس کی ابتداء بھی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمائی۔

عمومی حالات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ خمسہ کے علاوہ تہجد کی نماز کی بھی پابندی فرماتے تھے جب رمضان کے روزوں کی فرضیت نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دس سلام کے ساتھ بیس رکعات پڑھائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین راتیں جماعت کے ساتھ 20 رکعات تراویح پڑھائی پھر اس خدشے سے چھوڑ دی کہ کہیں میری امت پر فرض نہ ہو جائے صحابہ کرام سے فرمایا کہ خود ادا کرلو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے باجماعت تراویح کے معمول کو جاری رکھتے ہوئے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کو قاری مقرر کیا تاکہ لوگوں کو باجماعت بیس رکعات تراویح پڑھائیں۔ اور پھر تین وتر پڑھائیں۔

عشرہ مبشرہ اور دیگر کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے بھی اس بارے میں اختلاف نہیں کیا۔

4: تراویح سے متعلقہ دیگر فقہی فیصلے:

1: تراویح میں قرآن پاک دیکھ کر پڑھنا جائز نہیں۔

امام ابو بکر بن ابی داود عبداللہ بن سلیمان بن الاشعث الازدی السجستانی رحمہ اللہ (ت:316ھ) نقل فرماتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ نَهَانَا أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنْ نَؤُمَّ النَّاسَ فِي الْمُصْحَفِ۔

کتاب المصاحف لابن ابی داؤد: رقم الحدیث:747

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں منع فرمایا کہ ہم امام بن کر قرآن پاک دیکھ کر پڑھائیں۔

2: نابالغ بچے کے پیچھے تراویح ادا کرنا جائز نہیں۔

امام ابو بکر بن ابی داود عبداللہ بن سلیمان بن الاشعث الازدی السجستانی رحمہ اللہ (ت:316ھ) نقل فرماتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ نَهَانَا أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنْ نَؤُمَّ النَّاسَ فِي الْمُصْحَفِ، وَنَهَانَا أَنْ يَؤُمَّنَا إِلَّا الْمُحْتَلِمُ۔

کتاب المصاحف لابن ابی داؤد: رقم الحدیث: 747

ترجمہ: امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں منع فرمایا کہ ہم امام بن کر قرآن پاک دیکھ کر پڑھائیں اور ہمیں یہ حکم دیا کہ بالغ ہی امامت کروائیں۔

5: مفتوحہ علاقوں کے نظم و نسق:

آپ 22 لاکھ 51 ہزار 30 مربع میل زمین پر حکمرانی کرنے والے انصاف پرور حکمران تھے۔ اس کے باوجود آپ مفتوحہ علاقوں کی کثرت پر زور دینے کے بجائے ان کے باسیوں کی تربیت کو ترجیح دیتے۔ آپ نے دمشق، بصرہ، بعلبک، شرق، اُردن، یرموک، قادسیہ، اہواز، مدائن، ایران، عراق، تکیت، انطاکیہ، حلب، بیت المقدس، نیشاپور، الجزیرہ، قیساریہ، مصر، اسکندریہ، نہاوند اور دیگر علاقوں کو فتح کیا۔ ان میں تربیتی اور تعلیمی مراکز قائم کیے، کھلی کچہریاں لگوائیں، فوری انصاف کو یقینی بنایا، عوام الناس کی شکایات کو دور کرنے کے لیے احکامات جاری کیے۔ روٹی کپڑا اور مکان جیسی بنیادی ضرورتوں کو عوام کی دہلیز تک پہنچایا۔

فائدہ: اس سے ہمیں اپنے نظام زندگی میں نظم و نسق کا درس ملتا ہے۔

6: اقلیتوں سے حسن سلوک:

ایسے کفار جو مسلمانوں سے نہ لڑیں اسلام ان سے حسن سلوک کی تعلیم دیتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حمص کو حاصل کرنے کے لیے بطور سپہ سالار حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا، انہوں نے اسے فتح کیا اور غیر مسلموں سے جزیہ وصول کیا لیکن جب انہیں جنگ یرموک کے لیے حمص چھوڑنا پڑا تو انہوں نے یہ کہہ کر جزیہ واپس کر دیا کہ اب جب ہم آپ کے جان و مال کی حفاظت کی ذمہ داری پوری نہیں کر سکتے تو ہمیں جزیہ لینے کا بھی حق نہیں۔ جب مسلمان حمص سے لوٹنے لگے تو وہاں کے غیر مسلم بھی اس عادلانہ نظام سے محروم ہونے پر رونے لگے۔

اسی طرح اہل ایلیا کے غیر مسلموں سے آپ نے معاہدہ امن کیا کہ یہ امن جو ان کو دیا جاتا ہے، ان کی جانوں، مالوں، ان کے گرجاگھروں اور ان کی صلیبوں، ان کے بیماروں، تندرستوں اور ان کے جملہ اہل مذاہب کے لیے ہے اور وہ یہ ہے کہ ان کے گرجاگھروں میں رہائش نہ رکھی جائے، ان کو گرایا نہ جائے، انہیں اور ان کے احاطوں کو نقصان نہ پہنچایا جائے اور نہ ہی ان پر دین کے بارے جبر کیا جائے۔

فائدہ: اس سے ہمیں اقلیتوں سے حسن سلوک کا درس ملتا ہے۔

نوٹ: اگر اقلیتیں اپنی حیثیت کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہ ہوں تو پھر انہیں قانون کے شکنجے میں جکڑنا ضروری ہے۔

7: قیام امن کی عملی کاوشیں:

اسلام میں امن کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے آپ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جو علاقے اسلامی سلطنت کے زیر نگیں آئے یا جو پہلے سے موجود تھے ان میں عدالتی نظام کو فعال کیا، مفتوحہ علاقوں میں بنیادی طور پر دو کام کیے جاتے وہاں کے باسیوں کو دین اسلام کی تعلیم سے آشنا کیا جاتا اور دوسرا وہاں عدالتیں قائم کر کے قیام امن اور انصاف کی فراہمی کو یقینی بنایا جاتا۔ آپ نے قانون کے علمی ماخذ کے طور پر قرآن و سنت کے بعد قضائے صالحین کو درجہ دیا۔

حضرت شریح رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک مسئلہ دریافت کرنے کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس خط کے جواب میں لکھا: اللہ کی کتاب (قرآن کریم) کے مطابق فیصلہ کرو۔ اگر وہ مسئلہ کتاب اللہ میں نہ ہو تو اس کا فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق کرو۔ اور اگر وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں (تمہاری تحقیق کے مطابق) مذکور نہ ہو تو پھر سلف صالحین کے فیصلے کے مطابق اس کا فیصلہ کرو۔ پھر بھی وہ مسئلہ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قضائے صالحین سے (صراحتاً) منقول نہ ہو تو چاہو تو آگے بڑھتے ہوئے (اجتہاد کر کے) فیصلہ کرو۔ اور چاہو تو پیچھے ہٹ جاؤ (یعنی اپنے اجتہاد سے اس میں خاموشی مناسب سمجھو تو خاموشی اختیار کر لو۔) اور میرے خیال میں (بعض ایسے معاملات میں کہ جہاں کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قضائے صالحین صراحتا منقول نہ ہوں وہاں) آپ کے لیے خاموشی ہی بہتر ہے۔ والسلام علیکم۔

فائدہ: اس سے ہمیں قرآن و سنت کے بعد صالحین یعنی دین کے ماہرین کے فیصلوں پر عمل کرنے کا درس ملتا ہے۔

8:اسلامی تقویم کی بنیاد:

خلیفہ دوم امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں سن 16، سن 17 یا سن 18 ہجری (علی اختلاف الاقوال) میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ اسلامی تاریخ کی ابتداء سن ہجرت سے کی جائے۔ اس کی وجہ یہ بنی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک دستاویز پیش کی گئی جو ایک شخص کی دوسرے شخص؛ مقروض کے خلاف تھی جس میں مذکور تھا کہ (قرض کی) یہ رقم شعبان میں واجب الاداء ہو گی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کہ کون سا شعبان؟ موجودہ سال کا؟ سال گزشتہ یا آئندہ سال کا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کر کے تاریخ مقرر کرنے کے بارے میں مشاورت فرمائی۔

اس موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی چند آراء درج ذیل تھیں:

1. سن ولادت نبوی
2. سن بعثت نبوی
3. سن ہجرت نبوی
4. سن وفات نبوی

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور چند دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مشورہ دیا کہ تاریخ کی ابتداء ہجرت والے سال سے شروع کی جائے۔ کیونکہ ہجرت کا واقعہ سب کے سامنے ظاہر ہے۔ مزید یہ کہ ولادت، بعثت اور وفات کی بنسبت ہجرت زیادہ مشہور ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس رائے کو سراہا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم جاری کیا کہ تاریخ اسلامی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ ہجرت سے شروع کیا جائے۔

اس کے بعد سال کا آغاز کس مہینے سے کیا جائے؟ اس میں بھی درج ذیل آراء سامنے آئیں:

1. محرم
2. ربیع الاول

3. رجب

4. رمضان

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ محرم سے تاریخ کی ابتداء کی جائے کیونکہ محرم ان مہینوں میں سے ایک ہے جو قابل احترام ہیں۔ اور (عرب دستور کے مطابق) سال کا ابتدائی مہینہ ہے۔ اس مہینے میں لوگ حج سے (واپس اپنے گھروں کو) لوٹ چکے ہوتے ہیں۔ یہ 17 یا 16 ہجری کی بات ہے (جب یہ مشورہ ہو رہا تھا تو اس وقت) مہینہ ربیع الاول کا تھا۔

فائدہ: یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ اصحاب سیر نے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگرچہ ہجرت ربیع الاول میں فرمائی لیکن اس کا ارادہ محرم سے فرمالیا تھا۔ گویا ہجرت کا منصوبہ محرم میں تشکیل پایا گیا۔

9: بیت المال کے منظم نظام کی بنیاد:

حضرت جُبَیر بن الحویرث بن نقید رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں سے بیت المال کی ریکارڈ بندی کے متعلق مشورہ لیا۔ (اس موقع پر) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے یہ پیش کی کہ مجھے (آنے والے وقت میں یوں) نظر آرہا ہے کہ مال بہت آئے گا جو لوگوں کے لیے کافی وافی ہو گا۔ (ابھی سے یہ ترتیب بنانی ضروری ہے کہ ریکارڈ جمع کیا جائے اور) اگر لوگوں کا ریکارڈ نہ رکھا گیا کہ کس نے لیا ہے اور کس نے نہیں لیا تو مجھے اندیشہ ہے کہ آنے والے وقت میں یہ معاملہ انتشار کا شکار ہو گا (یعنی مشکل پیش آئے گی۔)

10: عرب و عجم کے سنگم پر مرکزِ علم کوفہ کا قیام:

کوفہ شہر کی بنیاد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم سے محرم الحرام سن 17 ہجری میں رکھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ کی بڑی تعداد، مختلف اقوام اور اہلِ فن و حرفت سے اس شہر کو بسایا گیا۔ امام ابراہیم بن یزید بن قیس بن اسود النخعی (ت 96ھ) فرماتے ہیں:

هَبَطَ الْكُوفَةَ ثَلَاثُمِائَةٍ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ وَسَبْعُونَ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ.

الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ج6 ص4

ترجمہ: بیعت رضوان میں شریک تین سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ستر بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کوفہ میں سکونت پذیر ہوئے۔

امام احمد بن عبد اللہ بن صالح العجلی الکوفی (ت 261ھ) فرماتے ہیں:

نَزَلَ الْكُوْفَةَ أَلْفٌ وَخَمْسُ مِائَةٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

تاریخ الثقات للعجلی ص517 باب فیمن نزل الکوفۃ وغیرھا من الصحابۃ

ترجمہ: کوفہ میں پندرہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آکر فروکش ہوئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھر میں آمد ورفت:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نکاح میں حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی ہمشیرہ محترمہ حضرت ام کلثوم الکبریٰ رضی اللہ عنہا تھیں اس لیے یہ دونوں شہزادے اپنی ہمشیرہ سے ملنے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے گھر میں آتے جاتے رہتے تھے۔

حضرت ابو صالح رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما دونوں اپنی ہمشیرہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے پاس جایا کرتے تھے بعض اوقات وہ اپنے بالوں میں کنگھی کر رہی ہوتی تھیں۔

حسین رضی اللہ عنہ سگی اولاد سے زیادہ عزیز:

حضرت یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو فرمایا: آپ کبھی ہمارے ہاں (گھر) تشریف لائیں! چنانچہ (کچھ عرصے بعد) حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کرنے اِن کے گھر تشریف لائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی

کام میں مصروف ہیں) مجھے بھی اندر جانے کی اجازت نہیں۔ یہ صورتحال دیکھ کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ (ملاقات کیے بغیر ہی) واپس تشریف لے گئے۔ پھر کچھ عرصہ بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ملاقات ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حسین! کیا بات ہے آپ ہمارے ہاں تشریف کیوں نہیں لائے؟ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میں آپ سے ملنے آپ کے ہاں گیا تھا لیکن وہاں جاکر معلوم ہوا کہ آپ بہت مصروف تھے یہاں تک کہ آپ کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ کو بھی آپ سے ملنے کی اجازت نہیں تھی تو میں واپس آگیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہاں میرا بیٹا عبد اللہ اور کہاں آپ کا مقام و مرتبہ! یعنی جب آپ تشریف لائے تھے تو مجھے اطلاع بھیج دیتے میں اپنا کام موخر کر لیتا اور آپ سے ملاقات کرتا۔ اس کے بعد فرمایا کہ ہمیں جو عزت ملی ہے وہ سب آپ لوگوں کی وجہ سے ملی ہے۔

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو یمنی لباس کا ہدیہ:

باہمی محبت اور اس میں اضافے کے لیے اسلامی معاشرت نے بنیادی طور پر یہ سبق دیا ہے کہ ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو اس سے محبت بڑھتی ہے۔ اب اصول کے ذہن میں رکھتے ہوئے درج ذیل واقعہ پڑھیے۔

امام زُہری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اولادوں کو (مال غنیمت میں سے) لباس دیے ان میں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے شایان شان کوئی لباس نہیں تھا چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یمن کے علاقے کی طرف آدمی روانہ کر کے والی یمن کو حکم بھیجا کہ دونوں شہزادوں (حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما) کے لیے خصوصی قیمتی اور خوبصورت لباس تیار کر کے بھیجا جائے۔ جب یہ لباس وہاں سے تیار ہو کر آیا اور ان دونوں شہزادوں نے پہنا تو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو دیکھ کر فرمایا: اب مجھے دلی خوشی ہوئی ہے۔

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو پانچ پانچ ہزار دراہم کا وظیفہ:

عہد فاروقی میں حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے لیے قرابت نبوت کی وجہ سے جو وظیفہ مقرر کیا گیا وہ بدریوں کے وظائف کے برابر تھا۔ اہل انصاف اسے باہمی پیار و محبت سے ہی تعبیر کرتے ہیں۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جب مالی امداد کی سرکاری فہرستیں بنوائیں تو حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے لیے ان کے والد گرامی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے برابر وظیفہ مقرر کیا یعنی بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے موافق پانچ پانچ ہزار دراہم مقرر کیے۔ اس لیے کہ یہ دونوں جنتی شہزادے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے افراد ہیں۔

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی عزت وتوقیر:

حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ طیبہ میں شاہ ایران کے خزانے (بطور مال غنیمت) پیش کیے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا کہ اس کو کس طرح تقسیم کیا جائے؟ یعنی کسی پیمانے سے ماپ کر یا ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے اندازہ کرکے تقسیم کیا جائے؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاتھوں کی ہتھیلی سے دینا زیادہ بہتر ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اسی طرح دیا اور اس کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بلا کر اسی طرح سے عنایت فرمایا اور اس کے بعد لوگوں کو بلا بلا کر دینا شروع کیا۔

زمانہ عدل کی بہاریں

1: پانی پر حکومت:

جب حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ مصر کے حاکم بنے تو وہاں کے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ امیر المومنین دریا نیل کا ایک طریقہ ہے کہ وہ ہر سال بند ہو جاتا ہے اور اس وقت تک جاری نہیں ہوتا جب تک اس میں یہ کنواری خوبصورت لڑکی کپڑوں اور زیورات سے مزین کر کے نہ ڈال دیں۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا آئندہ ایسا نہیں کرنا جب مقرر مہینہ آیا تو نیل بند ہو گیا لوگوں نے تین مہینے صبر کیا لیکن دریا جاری نہ ہوا آپ رضی اللہ عنہ نے حضور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا اور ساری حقیقت سے آگاہ کیا۔

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواباً خط لکھ کر حکم دیا کہ اس کو دریائے نیل میں ڈال دو۔ جب وہ خط دریا میں ڈالا تو صبح ہونے سے پہلے پانی کی سطح 16 ہاتھ اوپر آ گئی۔

2: ہوا پر حکومت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجاہدین کا ایک لشکر روم کی طرف بھیجا چند دن بعد آپ رضی اللہ عنہ نے اچانک یالبیکاہ! یالبیکاہ! (اے شخص! میں تیری پکار پر حاضر ہوں) کہا تو لوگ حیران تھے کہ آپ نے ایسا کیوں کہا، فتوحات کے بعد جب لشکر واپس لوٹا تو آپ رضی اللہ عنہ نے مجاھدین کے امیر سے پوچھا تھا اس شخص کا واقعہ بتاؤ جس کو تم نے زبردستی دریا میں اتارا تھا اور اس نے کہا یا عمراہ! یا عمراہ! اے عمر! میری خبر لے اے عمر! میری خبر لے) سپہ سالار نے عرض کی اے میرے المومنین میں نے اس شخص کو ہرگز ہلاکت کے ارادہ سے دریا میں داخل نہیں کیا۔ بلکہ صرف دریا کی گہرائی معلوم کرنے کے لیے دریا میں اترنے کا حکم دیا لیکن سردی اور ٹھنڈی ہوا کی وجہ سے اس کی روح پرواز کر گئی اب لوگ سمجھ گئے کہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے یالبیکاہ کیوں فرمایا:

اس شخص کی آواز ہوانے آپ رضی اللہ عنہ کو پہنچائی۔ اس کے علاوہ ایک اور واقع ہے(یا ساریہ الجبل الجبل) ہوانے اطاعت کرتے ہوئے آپ کی آواز لشکر مجاہدین تک پہنچائی۔

3: مٹی پر حکومت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں زلزلہ آیااور زمین زور زور سے ہلنے لگی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایانے انتہائی جلال میں آکر اپنادُرّہ زور سے زمین پر مار کر فرمایا: اے زمین! ٹھہر جا کیا میں نے تجھ پر عدل نہیں کیا؟ آپ رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان سننا ہی تھا کہ زمین بالکل ٹھہر گئی اور تب سے لے کر آج تک مدینہ کی سرزمین پر زلزلہ نہیں آیا۔

4: آگ پر حکومت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مدینہ منورہ کے ایک پہاڑ کے غار سے بہت ہی خطرناک آگ نکلی جس کی وجہ سے اس کے آس پاس کی تمام چیزیں جل کر راکھ ہو گئیں۔

لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ کو صورت حال بتائی تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کو اپنی چادر مبارک دے کر فرمایا کہ میری چادر کو پاس لے جاؤ چنانچہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا جب وہ چادر آپ کے قریب گئی تو آگ پیچھے ہٹنے لگی، یہاں تک کہ جس غار سے آگ نکلی وہیں واپس جا کر بجھ گئی اور پھر کبھی ظاہر نہ ہوئی۔

اہم فتوحات

آپ کے زمانہ خلافت میں 3600 علاقے فتح ہوئے۔ چند اہم فتوحات کا مختصراً تذکرہ ذیل میں کیا جارہا ہے۔

- 14 ہجری میں دمشق، بصرہ، بعلبک کے علاقے فتح کیے۔
- 15 ہجری میں شرق، اُردن، یرموک، قادسیہ کے عظیم الشان معرکے ہوئے۔
- 16 ہجری میں اہواز، مدائن اور ایران کے کئی علاقے فتح ہوئے نیز اسی سال عراق کو اسلامی حکومت میں شامل کیا گیا۔
- 16 ہجری کے اواخر میں تکیت، انطاکیہ، حلب کی فتوحات کے بعد بغیر جنگ بیت المقدس قبضہ میں آگیا۔
- 18 ہجری میں آپ نے نیشاپور، الجزیرہ
- 19 ہجری میں قیساریہ
- 20 ہجری میں مصر
- 21 ہجری میں اسکندریہ اور نہاوند کو فتح کیا۔

عمر رضی اللہ عنہ کا طرز حکمرانی قابل تقلید:

برسہابرس سے مالی وسائل کی وسعتوں کے باوجود آج کی ترقی یافتہ حکومتیں ایسی طرز حکومت کی مثال پیش کرنے سے عاجز وبے بس ہیں جو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نامساعد حالات میں قائم فرمائی، آپ کی نافذ کردہ اصلاحات، طے کردہ قواعد و ضوابط، مقرر کردہ اصول ہائے جہانبانی آج کے حکمرانوں بالخصوص مسلم دنیا کے حکمرانوں کے لیے دعوت فکر ہیں۔ اگر عدل و انصاف، رعایا پروری، معاشرتی تعمیر و ترقی، اخلاقی تہذیب و تمدن، معاشی استحکام اور قیام امن چاہتے ہیں تو ان کو خلافتِ فاروقی سے رہنمائی لینی ہو گی۔

کمالات

1: دیانت وبلندی اخلاق:

اسلام باہمی مشاورت پر زور دیتا ہے تا کہ خیر کے پہلو زیادہ سے زیادہ سامنے آئیں اور نقصان دہ پہلو سے بچا جا سکے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی اس کی عملی نمونہ تھی، خلیفہ وقت میں عدالت، دیانت، تقویٰ، علم دین سے واقفیت، انتظامی امور میں اہلیت اور احکام شریعت کے نفاذ کی صلاحیت موجود ہوتی ہے جو اسے عوام ممتاز کر دیتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود آپ اپنے مشیروں کی بات کو اہمیت دیتے تھے، اور ان کی حوصلہ افزائی کے لیے ایسے الفاظ ذکر فرماتے جس سے آپ کی کمال دیانت اور عاجزی چھلکتی ہوئی نظر آتی ہے۔

حضرت ابو سفیان کہتے ہیں کہ مجھے میرے مشائخ نے بیان کیا ہے کہ ایک شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا اے امیر المومنین میں اپنی اہلیہ سے دو سال غائب رہا ہوں اور جب واپس آیا ہوں تو وہ حاملہ ہے (اس وجہ سے میری اہلیہ شرعی سزا کی مستحق قرار پاتی ہے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے اس کے رجم کے بارے میں مشورہ کیا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرمانے لگے امیر المومنین! آپ کو عورت کے رجم کرنے کا تو حق ہے لیکن اس کے پیٹ میں جو بچہ ہے اس پر آپ کو اختیار حاصل نہیں وہ بے گناہ ہے لہذا اس حکم کو بچے کی ولادت تک موخر کر دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو بچے کی ولادت تک موخر کر دیا پھر اس خاتون نے بچے کو جنم دیا، جب اس بچے کے سامنے کے دانت نکل آئے تو اس شخص نے اس بچے میں اپنی مشابہت پائی اور کہنے لگا رب کعبہ کی قسم یہ بچہ میرا ہی ہے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عورتیں معاذ بن جبل جیسا شخص پیدا کرنے سے عاجز ہو چکی ہیں لولا معاذ لهلك عمر اور اگر معاذ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔

فائدہ: اس سے ہمیں دیانت وانصاف پسندی کا درس ملتا ہے۔

2: سربراہ کا سادہ معیار زندگی:

سربراہ کے طرز زندگی کے اثرات رعایا پر پڑتے ہیں، اگر حکمران انصاف پسند، قناعت پسند اور سادگی پسند ہو تو عوام میں ظلم و تشدد، خواہش پرستی اور فیشن پرستی جنم نہیں لیتی جس کی وجہ سے معاشرہ سکون و راحت کی زندگی بسر کرتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ باوجود یکہ کہ بہت بڑی سلطنت کے فرمانروا تھے لیکن مزاجاً سادگی اور قناعت پسندی کے خوگر تھے۔ تاریخ ایسے کئی واقعات کی شہادت دیتی ہے۔

ہرمزان سلطنت اہواز کا حکمران جب قید ہو کر آیا تو اس نے دیکھا کہ آپ رضی اللہ عنہ مسجد کے فرش پر لیٹے ہوئے آرام فرما رہے ہیں۔

بیت المقدس کی فتح کا مشہور واقعہ سیر و تاریخ کی کتابوں میں منقول ہے:

جب حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیت المقدس کا محاصرہ کیا تو وہاں کے اہل کتاب علماء نے کہا: تم بلاوجہ تکلیف اٹھاتے ہو، بیت المقدس کو فتح کرنے والا کا حلیہ اور علامات ہماری کتابوں میں موجود ہے اگر تمہارے امام میں وہ سب باتیں موجود ہیں تو ہم آپ کو بیت المقدس حوالے کر دیں گے، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کو اس بارے اطلاع کی گئی، آپ اپنے ایک غلام کے ہمراہ ایک اونٹ پر سوار ہو کر عازم سفر ہوئے، زادراہ میں چھوہارے اور جو کے سوا کچھ نہ تھا، اونٹ پر سوار ہونے کی باریاں مقرر کیں، کبھی آپ خود سوار ہوتے اور غلام پیدل چلتا اور کبھی غلام سواری پر سوار ہوتا اور آپ پیدل چلتے، آپ نے جو کرتہ زیب تن کیا ہوا تھا اس میں پیوند لگے ہوئے تھے، جب بیت المقدس کے قریب پہنچے تو مسلمانوں نے آپ کے لیے ایک عمدہ جوڑے اور گھوڑے کا انتظام کیا، آپ نے نیا لباس پہنا، گھوڑے پر سوار ہوئے چند قدم کے بعد فرمانے لگے کہ میرے نفس پر اس کا برا اثر پڑ رہا ہے لہذا مجھے میرے وہی کپڑے اور اونٹ واپس کرو، چنانچہ اسی پر سوار ہوئے اور بیت المقدس پہنچے، اہل کتاب علماء نے آپ کا حلیہ مبارک اور علامات دیکھی تو برملا کہہ اٹھے کہ ہاں فاتح بیت المقدس یہی ہیں اور آپ کے لیے اس کے دروازے کھول دیے۔

فائدہ: اس سے ہمیں سربراہ کے عام معیار زندگی، سادہ مزاجی اور صبر و شکر کا درس ملتا ہے۔

3: انسانی حقوق میں مساوات:

آپ نے اسلام کی نافذ شدہ تعلیم مساوات کو مزید آگے بڑھایا، چنانچہ کسی علاقے کے حاکم، گورنر بلکہ خود خلیفۃ المسلمین کو یہ اجازت نہیں تھی کہ وہ اپنے آپ کو دوسروں پر ترجیح دے جو وظیفہ بدریوں کو ملتا وہی آپ لیتے تھے۔

فائدہ: اس سے ہمیں مساوات کا درس ملتا ہے۔

4: حقوق نسواں کا حقیقی تصور:

اسلام میں خواتین کو بہت بلند مقام حاصل ہے اور خواتین میں سب سے اہم عنصر حیا اور تقدس کا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے عزت اور حقوق کو محفوظ کرنے کے لیے حجاب کو لازمی سمجھا تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم نازل فرما کر پردہ کو ضروری قرار دیا۔ خواتین کے لیے رائے کی آزادی بھی حقوق نسواں کے ذیل میں آتی ہے۔

امام شعبی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو شرعی احکام سمجھانے کے لیے خطبہ دیا اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ عورتوں کے مہنگے مہنگے حق مہر مقرر نہ کرو مجھے کسی کے بارے میں یہ پتہ نہ چلے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حق مہر دیتا ہو اگر ایسا ہوا تو میں اس سے لے کر بیت المال میں جمع کر دوں گا۔ آپ رضی اللہ عنہ منبر سے اتر سے باہر تشریف لائے تو ایک قریشی خاتون نے آپ سے کہا: امیر المومنین! اللہ کی کتاب قرآن مجید زیادہ لائق اتباع ہے یا آپ کی بات؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ اللہ کی کتاب زیادہ لائق اتباع ہے۔ (لیکن آپ یہ سوال کیوں پوچھ رہی ہیں؟) اس قریشی خاتون نے فرمایا: آپ نے ابھی لوگوں کے مہنگے حق مہر دینے منع کیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ تو اپنی کتاب قرآن میں فرماتے ہیں: اور اگر تم ایک بیوی کے بدلے دوسری بیوی سے نکاح کرنا چاہتے ہو اور ان میں سے ایک کو ڈھیر سارا مہر دے چکے ہو، تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس خاتون کی بات سن کر دو یا تین بار تواضعاً یہ جملہ ارشاد فرمایا کہ ہر شخص عمر سے زیادہ سمجھدار ہے۔ اس کے بعد دوبارہ منبر پر تشریف لے گئے اور لوگوں سے فرمایا: میں نے تمہیں مہنگے حق مہر مقرر کرنے نے روکا تھا۔ اب میں کہتا ہوں کہ مرد کو اپنے مال کو (حق مہر کے طور پر) خرچ کرنے کا مکمل اختیار ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے واقعہ پر اشکال کا جواب:

یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ جو مسئلہ ایک قریشی خاتون صحابیہ رضی اللہ عنہا کو معلوم تھا کیا وہ مسئلہ خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم نہیں تھا؟ پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی یہ بات معلوم تھی کہ عورت کو حق مہر میں دولت کے ڈھیر دیے جاسکتے ہیں شرعا جائز اور صحیح ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا روکنا عمل رسول کی وجہ سے تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنا اپنی ازواج کو دیا ہے اس سے زیادہ مقدار نہ دی کیونکہ زیادہ مقرر کر لینے کے بعد دیتے وقت دشواریاں پیش آتی ہیں۔ جیسا کہ ایک حدیث مبارک میں ہے۔

حضرت ابو العجفاء سلمی رحمہ اللہ سے مروی ایک طویل روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شوہر اپنی بیوی کے لیے مہنگا مہنگا حق مہر مقرر کر کے اپنے لیے مشکلات پیدا کرتا ہے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس عورت کو بروقت دے نہیں سکتا / یا قرض اٹھا کر دے تو دیتا ہے لیکن قرض کی واپسی مشکل ہو جاتی ہے ان وجوہات کی بنیاد پر آپس میں عداوت و دشمنی پیدا ہو جاتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اُم المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث مبارک میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے زیادہ بابرکت عورت وہ ہے جس کا حق مہر آسانی والا ہو۔

تیسری بات یہ ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اس عورت کی بات کو مان لینا اس لیے تھا تاکہ سامعین زیادہ حق مہر دینے کو حرام نہ سمجھنے لگیں۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بہت زیادہ حق مہر مقرر کر دینے میں دشواریوں اور عداوت والے اندیشوں کی کراہت بھی باقی نہ رہے۔

فائدہ: اس سے ہمیں حجاب، آزدی اظہار رائے اور خواتین کی سماجی عزت و احترام کا درس ملتا ہے۔

5: بیت المال سے وظیفہ:

حضرت ایوب بن ابی امامہ بن سہل بن حُنیف رحمہ اللہ اپنے والد حضرت ابو امامہ بن سہل بن حُنیف رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ (منصب خلافت سنبھالنے کے بعد) کافی عرصہ تک بیت المال سے کچھ نہیں لیتے تھے۔ (ریاستی امور میں مشغولیت کے باعث کاروبار وغیرہ کر کے کمانا مشکل تھا) اس لیے نوبت تنگ دستی تک آپہنچی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پیغام بھیجا (کہ ایک اہم معاملے میں مشورہ کرنا ہے۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمع ہو گئے تو) آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے مشورہ لیا کہ میں امور

ریاست میں مشغول ہوں، کیا بیت المال سے میرے لیے بقدر ضرورت مال لینے کی گنجائش ہے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (جتنا آپ کا حق بنتا ہے اتنا خود) کھائیں اور (جتنا دوسروں کا حق بنتا ہے ان کو بھی) کھلائیں۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ دینی امور میں اپنی خدمات کو جاری رکھنے کے لیے اجرت بوقت ضرورت اور بقدر ضرورت بوجہ حبس الوقت بصورت حق الخدمت لی جاسکتی ہے۔

6: بیٹے کے لیے نیک بیوی کا انتخاب:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں دودھ میں پانی ملانے سے منع کیا تھا، ایک رات مدینہ کی گلیوں کا گشت کر رہے تھے، اچانک آپ نے سنا کہ ایک عورت اپنی بیٹی سے کہہ رہی ہے: "بیٹی! تم نے اب تک دودھ میں پانی نہیں ملایا، صبح ہونے کو ہے۔" بیٹی جواب میں بولی: "ماں! میں پانی کیسے ملاؤں؟ امیر المومنین نے دودھ میں پانی ملانے سے منع کیا ہے۔"

اس پر ماں نے کہا: بیٹی! اور لوگ بھی تو ملاتے ہیں، تم بھی ملالو، امیر المومنین کو کیا خبر؟

بیٹی بولی: "اگر عمر کو خبر نہیں، تو عمر کا رب جانتا ہے۔

میں یہ کام نہیں کروں گی، حضرت عمر نے اس سے منع کیا ہے۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ گفتگو بے حد پسند آئی، جب صبح ہوئی، تو اپنے صاحبزادے عاصم کو بلایا اور قصہ سنا کر فرمایا کہ فلاں جگہ جا کر معلوم کرو کہ یہ لڑکی کون ہے؟

حضرت عاصم نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ اس لڑکی کا تعلق قبیلہ بنو ہلال سے ہے، آکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی، تو آپ نے حضرت عاصم کو فرمایا: اس لڑکی سے نکاح کر لو، وہ یقیناً اس لائق ہے کہ اس کے بطن سے ایک شہ سوار پیدا ہو، جو تمام عرب کی قیادت کرے، چنانچہ حضرت عاصم نے اس لڑکی سے نکاح کر لیا، اس کے بطن سے ایک لڑکی ام عاصم بنت عاصم بن عمر پیدا ہوئی، جس کا نکاح عبد العزیز بن مروان بن حکم سے ہوا، اور ان سے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ پیدا ہوئے۔

فائدہ: اس سے ہمیں اولاد کے لیے نیک رشتوں کے انتخاب کا درس ملتا ہے۔

شہادت:

26ذوالحج ابولولوٗ فیروز نامی مجوسی نے آپ رضی اللہ عنہ کو حالت نماز میں خنجر کے پے در پے وار کر کے شدید زخمی کر دیا۔ تین دن اسی حالت میں رہے بالآخر یکم محرم الحرام کو شہید ہوگئے اور نبی و صدیق سے رفافت نبھانے روضہ اطہر علی صاحبہا الف الف تحیۃ وسلام میں آرام پذیر ہوئے۔

احادیث مبارکہ میں فضائل

اہل جنت کا چراغ:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت کا چراغ عمر بن الخطاب ہے۔

عمر رضی اللہ عنہ... اس امت کے محدث:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک تم سے پہلی امتوں میں مُحَدَّثْ ہوا کرتے تھے۔ اگر میری امت میں بھی کوئی مُحَدَّثْ ہے تو عمر ہے۔

نوٹ: مُحَدَّثْ کا معنی ہوتا ہے صاحبِ الہام۔ یعنی جس کے دل میں حق بات منجانب اللہ ڈالی جاتی ہو۔

فائدہ: ہاں یہ ضرور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اکثر آراء کو قرآنی تائید حاصل ہو جاتی تھی جنہیں موافقات عمر کہا جاتا ہے۔ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہی بات فرمائی جو بعد میں نازل ہونے والے قرآنی حکم کے موافق تھی۔ اسی حدیث مبارکہ میں لفظ "مُحدَث" کی تشریح میں صاحب فتح الباری علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ یوں تحریر فرماتے ہیں:

یعنی "محدث وہ ہے جس کی طرف اللہ کی طرف سے الہام کیا جائے، ملاء اعلیٰ سے اس کے دل میں القاء کیا جائے اور بغیر کسی ارادہ وقصد کے جس کی زبان پر حق جاری کر دیا جائے۔" یعنی اس کی زبان سے حق بات ہی نکلے۔

عمر رضی اللہ عنہ... بولتے بھی حق سوچتے بھی حق ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حق بات کا الہام عمر کے دل پر اور اس کا اظہار عمر کی زبان پر فرمایا۔

عمر رضی اللہ عنہ... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وزیر:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے لئے دو وزیر اہل آسمان میں سے اور دو وزیر اہل زمین میں سے ہوتے ہیں۔ میرے دو وزیر اہل آسمان میں سے جبرئیل و میکائیل جبکہ اہل زمین میں سے میرے دو وزیر ابو بکر و عمر ہیں۔

عمر رضی اللہ عنہ... جنتی ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے پوچھا: آج کس نے جنازہ پڑھا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: آج کس نے کسی مریض کی تیمارداری کی ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: آج کس نے صدقہ کیا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج کون روزے سے رہا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واجب ہو گئی، واجب ہو گئی۔ (عمر کے لئے جنت واجب ہو گئی)

غضب باعث عزت خوشی باعث عدل:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبرئیل امین تشریف لائے اور عرض کی کہ آپ عمر کو سلام کہیں اور انہیں اس بات کی خبر دیں کہ ان کا غیظ و غضب (دین کے لیے باعث) عزت ہے اور ان کا خوش ہونا باعث عدل ہے۔

خلیفہ سوم

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

ولادت:

صحیح قول کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ واقعہ فیل کے چھ سال بعد (مکہ مکرمہ میں) پیدا ہوئے۔

نام ونسب:

(والد کی طرف سے نسب اس طرح ہے) عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔ (پانچویں پشت میں آپ کا سلسلہ) عبد مناف پر جا کر نسبِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی والدہ (کی طرف سے نسب اس طرح ہے: عثمان بن) اَرویٰ بنت کُریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس۔ اَرویٰ بنت کُریز کی والدہ ام حکیم بیضاء بنت عبد المطلب بن ہاشم ہیں جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد حضرت عبد اللہ کی جڑواں بہن ہیں۔ اس رشتے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سگی پھوپھی ہیں۔

فائدہ: اس نسبت سے آپ رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھانجے ہوئے۔

کنیت:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی دو کنیتیں مشہور ہیں؛ ایک ابو عبد اللہ اور دوسری ابو عمرو؛ ان دو میں بھی زیادہ مشہور "ابو عمرو" ہے۔

لقب مبارک:

حضرت نزال بن سَبْرَہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے پوچھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایسی عظیم الشان ہستی ہیں کہ

جنہیں آسمانوں میں "ذوالنورین" کہا جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی (یکے بعد دیگرے) دو بیٹیوں کے شوہر ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمر بن ابان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حسین بن علی الجُعفی رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میرے والد (علی جُعفی رحمہ اللہ) نے مجھ سے پوچھا: بیٹے! کیا آپ یہ جانتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو "ذوالنورین" کیوں کہا جاتا ہے؟ پھر خود ہی جواب دیا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک سوائے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے کسی نے بھی کسی پیغمبر کی (یکے بعد دیگرے) دو بیٹیوں سے نکاح نہیں کیا۔

حلیہ مبارک:

1: خوبصورتی

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ معتدل قد والے تھے، نہ بہت زیادہ لمبے نہ پست قد، خوبصورت، گھنی داڑھی والے، گندمی رنگ والے، مضبوط جسم اور کشادہ سینہ کے مالک تھے۔

2: مشابہتِ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) کو اپنے والد حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے مشابہ سمجھتے ہیں۔

3: مشابہتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح کیا تو ان سے فرمایا کہ بیٹی! آپ کے شوہر آپ کے دادا حضرت ابراہیم (علیہ السلام) اور آپ کے والد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بہت ملتے جلتے ہیں۔

فائدہ: اس روایت کو علامہ شہاب الدین ابو العباس احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیثمی المکی رحمہ اللہ (ت 974ھ) نے اپنی کتاب "الصواعق المحرقہ" میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حسن وجمال کے تذکرہ کے ذیل میں ذکر

کیاہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس روایت اور سابقہ روایت جن میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت کا ذکر ہے اس سے مراد؛صورت وحلیہ میں مشابہت ہے۔

خاندان (ازواج واولاد)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یکے بعد دیگرے کل 8 شادیاں کی ہیں۔(بیک وقت چار سے زائد نہیں تھیں)اور سب کی سب اسلام لانے کے بعد کی ہیں۔ آپ کے 9 بیٹے اور 7 بیٹیاں تھیں۔

رقم	زوجہ کا نام	بیٹے	بیٹیاں
1	سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم	عبد اللہ	
2	سیدہ ام کلثوم بنت رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم		
3	سیدہ فاختہ بنت غزوان رضی اللہ عنہا	عبد اللہ الاصغر	
4	سیدہ ام عمرو بنت جُندُب الازدیہ رضی اللہ عنہا	عمرو، خالد، ابان، عمر	مریم
5	سیدہ فاطمہ بنت ولید بن عبد شمس بن مغیرہ المخزومیہ رضی اللہ عنہا	ولید، سعید	ام سعید
6	سیدہ ام البنین بنت عیینہ بن حصن الفزاریہ رضی اللہ عنہا	عبد الملک	
7	سیدہ رملہ بنت شیبہ بن ربیعہ الامویہ رضی اللہ عنہا		عائشہ، ام ابان، ام عمرو
8	سیدہ نائلہ بنت فرافصہ الکلبیہ رضی اللہ عنہا		مریم
☆	ام ولد (نام معلوم نہیں ہو سکا)		ام البنین

فائدہ:

"ام ولد" اس باندی کو کہتے ہیں کہ جب وہ بچہ یا بچی کو جنم دے اور مالک اس کو اپنی اولاد تسلیم کرلے تو وہ باندی مالک کی وفات کے بعد خود بخود آزاد ہو جاتی ہے۔

بوقتِ شہادت چار بیویاں:

جس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا اس وقت آپ کے عقد میں چار بیویاں موجود تھیں؛ سیدہ نائلہ، سیدہ رملہ، سیدہ ام البنین اور سیدہ فاختہ رضی اللہ عنہن۔

اسلام سے قبل سیرت و کردار:

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام دونوں میں نہ کبھی زنا کیا، نہ کبھی چوری کی، نہ گانا گایا، نہ کبھی مسلمان ہونے کے بعد دین سے پھرنے کی تمنا کی اور نہ ہی اپنے دائیں ہاتھ سے شرمگاہ کو چھوا جب سے میں نے اس ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی۔

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام دونوں میں کبھی زنا نہیں کیا اور نہ ہی کسی کو ناحق قتل کیا۔

عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں

قبولِ اسلام:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے (اپنی خالہ کی دعوت اسلام پر) غور و فکر کیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی میرے ساتھ ملاقات ہوئی، میں نے آپ کو وہ سارا واقعہ بتایا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: پیارے عثمان! آپ ایک سمجھ دار انسان ہیں، آپ پر یہ حق مخفی نہیں اور وہ باطل (بھی مخفی نہیں) جو کہ ہماری قوم بتوں کی عبادت کی صورت میں کر رہی ہے۔ (آپ سوچیے) کیا یہ (بے جان بت) پتھر نہیں ہیں؟ جو نہ تو سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں نہ نقصان دے سکتے ہیں اور نہ نفع دے سکتے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: بالکل یہ بت اسی طرح ہیں (جیسے آپ نے بیان کیا) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ کی خالہ (سُعدیٰ بنت کُرَیز) نے بالکل سچ کہا۔ محمد بن عبد اللہ؛ اللہ کے پیغمبر ہیں، اللہ نے آپ کو اپنی مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ کیا خیال ہے ان کی خدمت میں آپ کو حاضر ہونا چاہیے؟ (یا نہیں) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: عثمان! اللہ کی جنت کو قبول کرو (اس کی صورت یہ ہے کہ) میں اللہ کا رسول ہوں جو آپ کی طرف اور پوری کائنات کی طرف مبعوث ہوا ہوں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! جب میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنی تو بغیر کسی تاخیر کے اسلام قبول کیا اور اس بات کی گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

چوتھے مسلمان:

حضرت یزید بن عمرو المعافری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ میں نے ابو ثور الفہمی کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہوئے سنا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اسلام قبول کرنے والے (مَردوں میں) چوتھے نمبر پر ہوں۔

فائدہ: مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابو بکر، حضرت علی اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم نے اسلام قبول کیا اور ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے۔

قبولِ اسلام کے بعد مصائب:

جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو آپ کے چچا حکم بن ابی العاص بن امیہ نے جو کہ مروان بن حکم کے والد ہیں، آپ کو پکڑ کر رسیوں سے باندھ دیا اور کہا: تم اپنے آباء و اجداد کا دین چھوڑ کر محمد (ﷺ) کے دین کی اتباع کرتے ہو؟ اللہ کی قسم! میں تجھے اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک تو اس دین کو نہیں چھوڑے گا جس پر ابھی قائم ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں کبھی اس دین کو نہیں چھوڑوں گا اور نہ اس سے جدا ہوں گا۔ جب چچا حکم بن ابی العاص نے آپ کی حق پر قائم رہنے کے لیے پختگی دیکھی تو آپ کو چھوڑ دیا۔

پہلا نکاح سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ سے:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نکاح سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا سے ہوا۔

سیدہ رقیہ (بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کا نکاح اولاً آپ کے (والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے) چچازاد عُتبہ بن ابی لہب سے ہوا جیسا کہ آپ کی بہن سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح اولاً آپ کے (والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے) چچازاد عُتَیبہ بن ابی لہب سے ہوا۔ رخصتی سے قبل ہی اُن دونوں (بھائیوں) نے اِن دونوں (بہنوں) کو طلاق دے دی۔ وجہ وہ بغض تھا جو انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت ہوا جب سورۃ اللھب نازل ہوئی۔ چنانچہ (اس کے بعد) حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے شادی کی۔

خوبصورت ترین جوڑا:

جس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شادی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی تو قریشی خواتین یوں کہا کرتی تھیں:

أَحْسَنُ شَخْصَيْنِ رَاٰى إِنْسَانُ

خوبصورت جوڑا جسے کسی انسان نے دیکھا ہے

رُقَيَّةُ وَ بَعْلُهَا عُثْمَانُ

وہ رقیہ اور ان کے شوہر عثمان ہیں

الجامع لاحکام القرآن للقرطبی:ج2ص2505 تحت سورۃ الاحزاب، رقم الآیۃ:59

دوسرا نکاح سیدہ ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے:

حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے میری طرف یہ وحی فرمائی کہ میں اپنی دو صاحبزادیوں (سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہما) کی شادی عثمان سے کروں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے (اپنی صاحبزادی) ام کلثوم کی شادی عثمان (رضی اللہ عنہ) سے وحیِ سماوی کی بنیاد پر کی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی (ایک طویل حدیث میں) ہے کہ مسجد کے دروازے کے پاس اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عثمان! یہ جبرائیل علیہ السلام ہیں، مجھے خبر دے رہے ہیں کہ اللہ عزوجل نے آپ کا نکاح (میری بیٹی) ام کلثوم سے اتنے ہی مہر پر کر دیا ہے جتنا (میری بیٹی) رقیہ کا تھا۔

پہلی ہجرت؛ ہجرتِ حبشہ

امام ابن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مصائب اور کڑی آزمائشوں کو دیکھا جو آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم پر آرہی تھیں اگرچہ آپ خود اللہ (مسبب الاسباب) کی حفاظت اور (تحت الاسباب) چچا ابوطالب کی وجہ سے (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بنسبت) عافیت میں تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کے لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو بھی محفوظ رکھ سکتے۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: آپ لوگ سرزمین حبشہ کی طرف (ہجرت کرکے) چلے جائیں کیونکہ وہاں ایسا بادشاہ ہے جس کے ہاں کسی پر ظلم نہیں ہوتا اور وہ سچے لوگوں کا ٹھکانہ ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کے لیے اس آزمائش سے چھٹکارا پیدا فرمادے جس میں اب گرفتار ہو۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کو سن کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ یہ اسلام کی سب سے پہلی ہجرت تھی اور مسلمانوں میں سے سب سے پہلے جس شخص نے ہجرت کی وہ بنو امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فِہر کے چشم و چراغ حضرت عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ رضی اللہ عنہ تھے، آپ کے ہمراہ آپ کی اہلیہ محترمہ سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھیں۔

فائدہ:

ہجرتِ حبشہ؛ اسلام کی پہلی ہجرت اور اس کے پہلے مہاجر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔

اشکال:

مکہ مکرمہ میں کٹھن حالات کا سامنا تھا۔ ان حالات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں چھوڑ کر کیسے ہجرت کی؟ یہ حالات تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دینے کے تھے نہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں چھوڑ کر جانے کے تھے۔

جواب:

مکہ میں جن کٹھن حالات کا سامنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے مامون تھے۔ ایک تو خصوصی حفاظتِ خداوندی آپ کو میسر تھی اور دوسرا آپ کے چچا ابو طالب کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کی ایذاؤں سے محفوظ تھے جبکہ ایسی حفاظت وعافیت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو میسر نہ تھی۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ میں رہنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو کوئی خطرہ نہیں تھا، ہاں البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو اس طرح کی حفاظت میں رکھنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ممکن نہ تھا اس

لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم فرمانے پر ہجرت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ ہی میں رہ گئے۔

ابن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مصائب اور کڑی آزمائشوں کو دیکھا جو آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم پر آ رہی تھیں اگرچہ آپ خود اللہ (مسبب الاسباب) کی حفاظت اور (تحت الاسباب) چچا ابو طالب کی وجہ سے (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بنسبت) عافیت میں تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو بھی محفوظ رکھ سکتے۔

دوسری ہجرت؛ ہجرتِ حبشہ

جو لوگ ہجرت کر کے حبشہ پہنچے وہ وہاں اچھے ماحول میں زندگی گزار رہے تھے (ایک روز کہیں سے) انہیں یہ خبر ملی کہ کفارِ مکہ نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ (خبر سننے کے بعد) وہ لوگ واپس مکہ کی جانب لوٹے.... (یہاں آکر معلوم ہوا کہ جو خبر پہنچی تھی وہ درست نہیں تھی بلکہ مکہ کے کفار و مشرکین اب بھی اسلام دشمنی پر ویسے ہی قائم ہیں۔ ان لوگوں نے دوبارہ عرض کی کہ ہمیں حبشہ جانے کی اجازت دی جائے)..... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دوبارہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ اس موقع پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہماری پہلی اور یہ دوسری ہجرت شاہ حبشہ نجاشی کی طرف ہو رہی ہے لیکن آپ ہمارے ساتھ نہیں ہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ لوگ اللہ اور میری طرف ہجرت کرنے والے ہیں یہ دونوں ہجرتیں آپ کے حق میں عند اللہ و عند الرسول مقبول ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! ہمیں یہی بات کافی ہے (کہ آپ نے اس ہجرت کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت قرار دیا ہے) اور پھر حبشہ کی جانب ہجرت کی۔

تیسری ہجرت؛ ہجرتِ مدینہ منورہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو حبشہ سے واپس مکہ لوٹے اور پھر مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ (اس ہجرت میں) ان کے ساتھ ان اہلیہ سیدہ رقیہ بنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھیں۔

حضرت عثمان اور سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہما دونوں نے حبشہ کی طرف دو مرتبہ ہجرت کی ہے، پھر وہاں سے مکہ واپس آئے اور مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔

عقدِ موالات:

عرب میں ایک طریقہ "عقدِ موالات" کا رائج تھا یعنی غیر قبیلہ کا کوئی آدمی کسی اور قبیلہ میں پہنچتا تو معاہدہ کر کے اس قبیلہ میں داخل ہو جاتا۔ اس کے بعد اسی قبیلہ کی طرف منسوب ہوتا۔ اس کے بعد وہ شخص صلح اور جنگ میں اسی قبیلے کے ساتھ شریک رہتا۔ اس شخص کے مرنے کے بعد اس کا ترکہ بھی اسی قبیلہ میں تقسیم کیا جاتا۔ اس عقد موالات میں حق و انصاف کے بجائے اسی قبیلہ کی طرف داری اور حمایت ضروری ہوتی تھی خواہ قبیلہ والے غلط، ناانصافی بلکہ ظلم بھی کر رہے ہوں۔ اسلام نے اسے ختم فرمادیا اور یہ تعلیم دی کہ ہر حال میں حق اور انصاف کا ساتھ دو یہاں تک کہ اگر وہ تمہارے اپنوں کے خلاف ہی ہو۔

عقدِ مؤاخات:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقدِ موالات کے بجائے عقدِ مؤاخات کا طریقہ جاری فرمایا اور افراد کی ہم مزاجی کا خیال فرماتے ہوئے ایک مہاجر کو ایک انصاری کا نام بنام بھائی قرار دیا۔

عثمان و اَوس بن ثابت رضی اللہ عنہما کے درمیان عقدِ مؤاخات:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ (جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو) بنو نجّار کے محلے میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت اوس بن ثابت بن منذر رضی اللہ عنہ کے پاس آکر ٹھہرے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے محبت تھی۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تو حضرت حسان رضی اللہ عنہ آپ پر بہت روئے۔

موسیٰ بن محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ اپنے والد محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اوس بن ثابت اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما کے درمیان عقد مواخات قائم فرمایا۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی سخاوت

اللہ تعالیٰ نے آپ کو مال و دولت سے خوب نوازا۔ آپ اسے راہِ خدا میں بڑی فیاضی سے خرچ فرماتے۔ مشکل حالات میں آپ نے مسلمانوں کے لیے ان کی روزمرہ کی ضروریات کو پورا کیا۔ مثلاً مسجد کی توسیع کرائی، میٹھے پانی کا کنواں وقف کیا، غزوات میں شرکت اور اس میں اسلحہ، سواریاں اور فوجی راشن کا بندوبست کیا۔

[1]: مسجد نبوی کی توسیع

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کی توسیع کا ارادہ کیا۔ ایک انصاری کی زمین مسجد کے قریب تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے زمین خریدنے کی بات کی تو انہوں نے عذر کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جب اس بات کا علم ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان انصاری سے بات کی اور دس ہزار درہم میں وہ زمین خرید کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی جسے مسجد نبوی میں شامل کر دیا گیا۔

زیاد بن ابو الملیح اپنے والد ابو الملیح (عامر بن اسامہ بن عمیر) سے اور وہ اپنے والد (حضرت اسامہ بن عمیر بن عامر الھذلی رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان انصاری صحابی سے جن کی زمین مسجد نبوی کے قریب تھی - جسے بعد میں مسجد کا حصہ بنا دیا گیا - فرمایا کہ یہ زمین ہمیں دے دو، اس کے بدلے تمہیں جنت میں گھر ملے گا۔ اس انصاری نے معذرت کی۔ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس انصاری کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں فرمایا: میں اس زمین کے بدلے تمہیں دس ہزار درہم دیتا ہوں (تم مجھے یہ ٹکڑا فروخت کر دو۔ چنانچہ وہ انصاری راضی ہوا) تو آپ رضی اللہ عنہ نے وہ زمین ان سے خرید لی۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ! آپ مجھ سے وہ زمین کا ٹکڑا خرید لیں جو آپ اس انصاری سے خریدنا چاہتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے وہ ٹکڑا جنت کے ایک گھر کے بدلے میں خرید لیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ میں نے یہ ٹکڑا دس ہزار درہم کے بدلے میں خریدا ہے۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (زمین کے اس ٹکڑے کو مسجد میں شامل کرتے ہوئے) ایک اینٹ رکھی۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بلایا تو انہوں نے بھی ایک اینٹ رکھی۔ پھر حضرت عمر فاروق

رضی اللہ عنہ کو بلایا تو انہوں نے بھی ایک اینٹ رکھی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو انہوں نے بھی ایک اینٹ رکھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بقیہ لوگوں سے فرمایا کہ وہ بھی ایک ایک اینٹ رکھیں۔ چنانچہ لوگوں نے بھی ایک ایک اینٹ رکھی۔

[2]: میٹھے پانی کا کنواں

حضرت ابو سلمہ بشر بن بشیر اسلمی اپنے والد حضرت بشیر اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب مہاجرین (مکہ سے ہجرت کرکے) مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہاں کے پانی (کے ذائقے) کو کچھ عجیب سا محسوس کیا۔ قبیلہ بنو غفار کے ایک شخص کا میٹھے پانی کا کنواں تھا جس کا نام رومہ تھا۔ وہ ایک مشکیزہ ایک مُد (796.068 گرام) غلے کے بدلے میں فروخت کرتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ آپ یہ کنواں جنت کے چشمے کے بدلے ہمیں بیچ دو (یعنی راہ خدا میں وقف کر دو) وہ کہنے لگا کہ اے اللہ کے رسول! میرے اور میرے گھر والوں کے لیے اس کے علاوہ کوئی اور (ذریعہ روزگار) نہیں ہے۔ اس لیے میرے لیے اسے وقف کرنا ممکن نہیں۔ یہ بات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو آپ رضی اللہ عنہ نے وہ کنواں 35 ہزار دراہم کا خرید لیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: اے اللہ کے رسول! اگر میں یہ کنواں خرید لوں (اور راہ خدا میں وقف کر دوں) تو کیا آپ مجھے اس کے بدلے جنت میں ایک چشمہ (ملنے کی ضمانت) دیتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جی ہاں۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کی اے اللہ کے رسول! (میں آپ کو گواہ بنا کر یہ بات کہتا ہوں کہ) میں نے وہ کنواں خرید کر (بطور خاص) مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص رومہ نامی کنواں (خرید کر راہِ خدا میں) وقف کرے گا (اس کے بدلے میں) اس کے لیے جنت ہے۔ چنانچہ حضرت عثمان نے وہ کنواں (خرید کر راہِ خدا میں) وقف کر دیا۔

فائدہ:

المعجم الکبیر للطبرانی کی مذکورہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کنواں بنو غفار کے ایک مسلمان شخص کا تھا لیکن ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ یہ کنواں ایک یہودی کا تھا۔

چنانچہ حافظ بدر الدین محمود بن احمد بن موسیٰ العینی الحنفی (ت 855ھ) لکھتے ہیں:

بئر رومہ (رومہ کا کنواں)؛ کنویں کی اضافت رومہ کی طرف ہے اور رومہ اس کنویں کے مالک کا نام ہے۔ یہ مالک؛ رومہ غفاری تھے۔ شارح بخاری حافظ ابن بطال فرماتے ہیں کہ یہ کنواں ایک یہودی کا تھا اور وہ اس پر تالا لگا کر رکھتا تھا اور خود غائب رہتا۔ مسلمان پانی لینے کے لیے کنویں پہ آتے، اس یہودی کو وہاں نہ پاتے تو بغیر پانی لیے واپس لوٹ جاتے۔ اس بات کی شکایت مسلمانوں نے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے) کی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس کنویں کو خرید کر مسلمانوں کے لئے یوں وقف کرے گا کہ اسے بھی اس کنویں کا اتنا حصہ ملے گا جتنا دوسروں کا ہو گا تو اس شخص کے لیے جنت ہو گی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو خرید لیا۔ یہ کنواں مدینہ منورہ میں معروف ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے 35 ہزار درہم میں خرید کر وقف کر دیا۔

غزوات میں شرکت

آپ رضی اللہ عنہ شجاعت کے پیکر تھے۔ آپ نے زمانہ نبوی میں تقریباً تمام غزوات میں بنفس نفیس شرکت کی۔

غزوۂ بدر:

17 رمضان المبارک سن 2 ہجری آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ تین سو سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لے کر مدینہ منورہ سے تقریباً 150 کلومیٹر دور "بدر" کے مقام پر تشریف لے گئے جہاں کفر و اسلام کا پہلا باضابطہ معرکہ لڑا گیا۔ باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بدر کی طرف چلنے کی اجازت مانگی۔ یہ وہ دن تھے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا شدید بیمار تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جنگِ بدر میں شرکت کی اجازت نہ دی بلکہ انہیں اپنی زوجہ کی خدمت پر مامور فرمایا۔ بالآخر 19 رمضان المبارک سن 2 ہجری بروز اتوار سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہو گئی۔

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا نے غزوۂ بدر کے موقع پر وفات پائی۔ آپ رضی اللہ عنہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ آپ کو (مسجد نبوی کے متصل قبرستان) بقیع میں دفن کیا گیا۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور غسل حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے دیا۔ آپ کی نماز جنازہ کے موقع پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم موجود نہیں تھے (کیونکہ بدر تشریف لے گئے تھے) یہ بات بھی منقول ہے کہ جب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بدر کی فتح کی خوشخبری سنانے کے لیے مدینہ پہنچے تو اس وقت حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا(کو دفن کر کے ان) کی قبر کی مٹی کو برابر کیا جارہا تھا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں (اس لیے) شریک نہیں ہوئے کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی (سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا) تھیں جو ان دنوں بیمار تھیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عثمان! آپ کے لیے اس شخص کے برابر اجر اور مال غنیمت کا حصہ ہے جو غزوہ بدر میں شریک ہوا ہے۔

غزوۂ احد:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے غزوۂ احد میں بھی شرکت فرمائی ہے۔

مولانا محمد نافع رحمہ اللہ (ت1436ھ) لکھتے ہیں:

”غزوۂ احد میں جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اُحد پہاڑ کے ایک درہ پر مسلمان تیر اندازوں کی ایک جماعت کو متعین فرمایا اور انہیں کسی صورت میں بھی اس مقام کو نہ چھوڑنے کا حکم صادر فرمایا لیکن ابتداء میں مسلمانوں کی فتح کو دیکھ کر اِس جماعتِ صحابہ رضی اللہ عنہم نے مقررہ مقام کو چھوڑ دیا اور غنائم اکٹھے کرنے میں شریک ہوگئے۔ ان حالات میں پشت کی طرف سے کفار نے اہلِ اسلام پر زبردست حملہ کر دیا۔ ان نازک حالات میں بعض مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے اور وہ میدانِ جنگ سے نکل کھڑے ہوئے۔ ان لوگوں میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی واقعہ کو بالاختصار قرآن مجید میں ذکر فرمایا اور ان لوگوں کی اس لغزش کو معاف فرمادیا:

فائدہ:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی غزوۂ احد میں شرکت واضح ہے۔ اس کی مزید تفصیل ان شاء اللہ آگے آرہی ہے۔

غزوۂ غَطفَان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ میں نائب:

سن 3 ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے "نجد" کی طرف تشریف لے گئے جہاں قبیلہ بنو غطفان رہائش پذیر تھا۔

جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ سویق سے واپس تشریف لائے تو ذوالحج کے بقیہ ایام یا اس کے قریب قریب کے دن مدینہ منورہ میں گزارے۔ پھر آپ نجد کی جانب بغرض جہاد تشریف لے گئے۔ آپ کا ارادہ غطفان کا تھا جسے غزوۂ ذی اَمَرّ بھی کہتے ہیں۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا قائم مقام حاکم مقرر فرمایا جیسا کہ امام ابن ہشام رحمہ اللہ کی روایت میں ہے۔

غزوۂ ذات الرقاع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ میں نائب:

سن 7 ہجری میں غزوۂ ذات الرقاع پیش آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے "ذات الرقاع" کی طرف تشریف لے گئے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بنو نضیر کے بعد دو مہینے ربیع الاول اور ربیع الثانی مدینہ منورہ میں رہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بارادہ جہاد نجد کی طرف تشریف لے گئے جہاں قبیلہ بنو غطفان کی دو بڑی شاخوں بنو محارب اور بنو ثعلبہ سے معرکہ پیش آیا............ یہ غزوہ "ذات الرقاع" کہلاتا ہے۔ اسے ذات الرقاع کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جس مقام پر معرکہ پیش آیا وہاں ایک پہاڑ تھا جس پر سیاہ، سفید اور سرخ پتھر موجود تھے۔ اس غزوہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا قائم مقام حاکم بنایا۔

صلح حدیبیہ اور بیعتِ رضوان:

[1]: سن 6 ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا کہ آپ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہمراہ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور کعبۃ اللہ کا طواف کیا۔ اس کے بعد کسی نے سر کے بال منڈوائے اور کسی نے کتروائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خواب صحابہ رضی اللہ عنہم کو سنایا۔ سب نہایت خوش ہوئے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی سال ذوالقعدہ کے مہینے میں عمرہ کے ارادہ سے مکہ مکرمہ کا سفر شروع کیا۔ آپ کے ہمراہ جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد 1400 اور 1500 کے درمیان تھی۔ مقام ذوالحلیفہ پہنچ کر سب نے احرام باندھا۔

[2]: مقامِ حدیبیہ تک پہنچے تو کفار مکہ نے مزاحمت کی کہ ہم مکہ میں نہیں آنے دیں گے۔

[3]: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنا نمائندہ بنا کر سردارانِ قریشِ مکہ کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ ہم لڑنے کے لیے نہیں آئے بلکہ بیت اللہ کی زیارت کرنے آئے ہیں، زیارت کر کے چلے جائیں گے۔

[4]: جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ جانے لگے تو بعض صحابہ نے کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تو خوش قسمت ہیں کہ مکہ جا کر بیت اللہ کا طواف کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس بات کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عثمان کو کئی سال بھی وہاں رکنا پڑے تب بھی وہ طواف نہیں کریں گے جب تک میں طواف نہ کر لوں۔

[5]: قریشِ مکہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ طواف کر لیں لیکن ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو طواف کے لیے بیت اللہ میں آنے کی اجازت نہیں دیں گے۔

[6]: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس بات پر راضی نہ ہوئے تو قریشِ مکہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمراہ جانے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو مکہ ہی میں روک لیا۔

[7]: ادھر یہ خبر مشہور ہو گئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو شہید کر دیا گیا ہے۔

[8]: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب شہادتِ عثمان رضی اللہ عنہ کی یہ خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیعت لی کہ ہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لیے بغیر واپس نہیں جائیں گے۔

[9]: آپ ﷺ کے ہاتھ پر سب سے پہلے حضرت ابو سنان عبد اللہ بن وھب الاسدی رضی اللہ عنہ نے بیعت کی۔ ان کے بعد باقی لوگوں نے کی۔ آپ ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ کے متعلق فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے۔ پھر اس دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے بھی بیعت فرمائی۔

[10]: بعد میں پتہ چلا کہ شہادت والی خبر سچی نہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ کفار کے کچھ لوگوں کو قید کرو، چنانچہ انہیں قید کر لیا۔ تب کافروں نے مجبور ہو کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو رہا کیا اور اس کے بدلے اپنے لوگوں کو رہا کروایا۔ اسی مقامِ حدیبیہ پر فریقین کے درمیان صلح ہوئی۔ مسلمان اس سال واپس چلے گئے اور اگلے سال آ کر عمرہ کیا۔

فائدہ:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ پہنچے اور مشرکینِ مکہ کو یہ بات سمجھانے کی بھرپور کوشش کی لیکن انہوں نے ضد کی وجہ سے اس بات کو قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا۔

امام ابن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ جب آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے یا اس سے پہلے آپ کی ملاقات ابان بن سعید (جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ رضی اللہ عنہ) سے ہوئی۔ ابان بن سعید نے آپ کو اپنی سواری پر سوار کیا اور بیت اللہ کے قریب لے گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان تک اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچایا۔ اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ابوسفیان بن حرب (جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ رضی اللہ عنہ) اور دیگر سردارانِ قریش کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ پیغام پہنچایا جو آپ کو دے کر بھیجا گیا تھا۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نے پیغام پہنچا دیا تو سردار کہنے لگے: عثمان! اگر آپ بیت اللہ کا طواف کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر میں کسی صورت طواف نہیں کروں گا۔ (آپ کے اس جواب پر) قریشیوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو قید کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تک یہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (اور ان کے ہمراہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کو شہید کر دیا گیا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب (اللہ رب العزت کی طرف سے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیعتِ رضوان کا حکم دیا گیا تو اس وقت حضرت عثمان بن عفان؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد اور سفیر بن کر مکہ والوں کے پاس گئے ہوئے تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے بیعت لی اور فرمایا: عثمان؛ اللہ اور اس کے رسول کے کام کے سلسلے میں گئے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک مبارک ہاتھ کو (حضرت عثمان کا ہاتھ قرار دے کر) دوسرے مبارک ہاتھ پر رکھا۔ حضرت عثمان کے لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک ہاتھ لوگوں کے لیے ان کے اپنے ہاتھوں سے بہت بہتر تھا۔

امام شعبی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ بیعت رضوان میں سب سے پہلے حضرت ابو سنان الاسدی رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے (شہید ہونے کے) بارے میں جو خبر پہلے آئی تھی وہ غلط تھی۔ پھر قریش نے بنو عامر بن لوی کے بھائی سہیل بن عمرو کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اور اس سے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ اور ان سے صلح کرو۔ صلح اسی بات پر کرو کہ وہ اس سال واپس چلے جائیں (اور اگلے سال آکر عمرہ کریں) چنانچہ سہیل بن عمرو؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل بن عمرو کو اپنی طرف آتا ہوا دیکھا تو فرمایا: قریش قوم کا ارادہ صلح کرنے کا ہے تبھی تو انہوں نے اس شخص کو بھیجا ہے۔ پھر فریقین کے درمیان صلح (کے متعلق بات چیت) شروع ہوئی۔

غزوۂ تبوک میں سامانِ جہاد کی فراہمی:

[1]: مدینہ منورہ کے کچھ تاجر زیتون لینے کے لیے روم گئے ہوئے تھے۔ واپسی پر انہوں نے مدینہ منورہ میں آکر یہ اطلاع دی کہ رومیوں نے بہت بڑی فوج اکٹھی کر لی ہے جس میں غسان عرب اور رومی بہت بڑی تعداد میں ہیں۔

[2]: یہ فوج قیصرِ روم کے حکم سے اکٹھی ہوئی۔ قیصر روم نے قبیلہ غسان کو-جو کہ عیسائی تھا- مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا تھا۔

[3]: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جانثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم فرمایا کہ خوب تیاری کی جائے۔ ہم اس جنگ میں خود پیش قدمی کریں گے۔

[4]: سن 9 ہجری ماہ رجب المرجب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے شام کی طرف تقریباً 670 کلومیٹر کے فاصلے پر "تبوک" تشریف لے گئے۔

[5]: "تبوک" ایک چشمہ یا پہاڑی کا نام ہے۔ اس کے قریب والے علاقے کو "تبوک" کہہ دیا جاتا ہے۔

[6]: یہ انتہائی سخت تنگی کا زمانہ تھا۔ سفر بھی طویل تھا، موسم بھی گرمی کا تھا اور سواریوں اور زادِ راہ کی بھی کمی تھی۔ نیز یہ وہ زمانہ تھا جس میں پھل پک چکے تھے اور عرب کا سارا دار و مدار کھجور کی فصل پر ہوتا تھا اس لئے مسلمانوں کے لئے بہت مشکل تھا۔ اسی لئے اس غزوہ کو "غزوۃ العسرۃ" بھی کہا جاتا ہے۔

[7]: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے مالی تعاون کا حکم دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے جس کی جتنی وسعت تھی اس نے اس کے مطابق بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

[8]: اس موقع پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مقدار اور تعداد کے اعتبار سے بہت زیادہ مال دیا۔

حضرت عبد الرحمٰن بن خَبَّاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت جیشِ عُسرہ کے متعلق (مالی تعاون کی) ترغیب دے رہے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اٹھے اور عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں 100 اونٹ مع ساز و سامان اللہ کے راستے میں اپنے ذمہ لیتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالات کے پیش نظر (مالی تعاون کی) ترغیب جاری رکھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دوبارہ اٹھے اور عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں 200 اونٹ مع ساز و سامان اللہ کے راستے میں اپنے ذمہ لیتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالات کے پیش نظر (مالی تعاون کی) ترغیب جاری رکھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تیسری بار اٹھے اور عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں 300 اونٹ مع ساز و سامان اللہ کے راستے میں اپنے ذمہ لیتا ہوں۔ راوی حضرت عبد الرحمٰن بن خباب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ منبر سے نیچے تشریف لائے اور (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں) فرمایا: آج کے بعد عثمان جو بھی عمل کرے گا اس پر کوئی مؤاخذہ نہیں، آج کے بعد عثمان جو بھی عمل کرے گا اس پر کوئی مؤاخذہ نہیں۔

فائدہ: آج کی تاریخ (5، جنوری 2024ء) میں ایک اونٹ کی قیمت تقریباً چار لاکھ روپے (400000) ہے۔ اس حساب سے 300 اونٹوں کی قیمت بارہ کروڑ روپے (120000000) بنتی ہے۔ ساز و سامان کی مالیت اس کے علاوہ ہے۔

حضرت عبد الرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جیشِ عسرہ (یعنی جنگ تبوک کے موقع پر مجاہدین) کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں 1000 دینار لے کر آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن (رحمت) پر نچھاور کر دیا۔ راویِ حدیث حضرت عبد الرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ (خوش ہو کر) ان دنانیر کو اپنے ہاتھوں سے الٹ پلٹ کر

رہے تھے اور اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا: آج کے بعد عثمان کا کوئی عمل اسے نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اے اللہ! عثمان کے لیے (اجر کے حوالے سے) آج کے دن کو فراموش نہ فرما۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگ رہے ہیں: اے عثمان کے رب! میں عثمان سے راضی ہوں، آپ بھی عثمان سے راضی ہو جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا رات بھر مانگتے رہے یہاں تک طلوعِ فجر ہو گئی۔ تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (آیت کا ترجمہ یہ ہے) جو لوگ اپنا مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں پھر اس کا نہ احسان جتلاتے ہیں اور نہ کوئی تکلیف پہنچاتے ہیں انہی لوگوں کے لیے ان کے رب کے ہاں اجر و ثواب ہے، ان کو نہ خوف لاحق ہو گا اور نہ ہی غمزدہ ہوں گے۔

فائدہ:

ایک دینار سونے کا وزن 4.374 گرام ہوتا ہے۔ اس حساب سے 1000 دینار کا وزن 4374 گرام سونا بنتا ہے۔ آج کی تاریخ (5، جنوری 2024ء) میں ایک گرام سونے کی مالیت 18896 روپے ہے تو 4374 گرام سونے کی مالیت آٹھ کروڑ چھبیس لاکھ اکاون ہزار ایک سو چار روپے (82651104 روپے) بنتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جیش عسرہ (یعنی غزوۂ تبوک میں مجاہدین) کے لیے سامان جہاد کا بندوبست کرے گا (اس کے بدلے میں) اس کے لیے جنت ہے۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے (بہت بڑی تعداد اور مقدار میں) سامان جہاد کا بندوبست کیا۔

بارگاہِ خداوندی میں

قرآن کریم کی بعض آیات مبارکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئیں اور بعض آیات کا مصداق اہلِ علم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قرار دیا ہے۔ ذیل میں ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

آیت نمبر 1:

﴿اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (٢٦٢)﴾

سورۃ البقرۃ:262

ترجمہ: جو لوگ اپنا مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں پھر اس کا نہ احسان جتلاتے ہیں اور نہ کوئی تکلیف پہنچاتے ہیں انہی لوگوں کے لیے ان کے رب کے ہاں اجر و ثواب ہے۔ ان کو نہ خوف لاحق ہو گا اور نہ ہی غمزدہ ہوں گے۔

یہ آیت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جیشِ عسرہ (یعنی جنگ تبوک کے موقع پر مجاہدین) کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں 1000 دینار لے کر آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن (رحمت) پر نچھاور کر دیا۔ روایِ حدیث حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ (خوش ہو کر) ان دنانیر کو اپنے ہاتھوں سے الٹ پلٹ کر رہے تھے اور اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا: آج کے بعد عثمان کا کوئی عمل اسے نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اے اللہ! عثمان کے لیے (اجر کے حوالے سے) آج کے دن کو فراموش نہ فرما۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگ رہے ہیں: اے عثمان کے رب! میں عثمان سے راضی ہوں، آپ بھی عثمان سے راضی ہو جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا رات بھر مانگتے رہے یہاں تک

طلوعِ فجر ہو گئی۔ تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (آیت کا ترجمہ یہ ہے) جو لوگ اپنا مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں پھر اس کا نہ احسان جتلاتے ہیں اور نہ کوئی تکلیف پہنچاتے ہیں انہی لوگوں کے لیے ان کے رب کے ہاں اجر و ثواب ہے، ان کو نہ خوف لاحق ہو گا اور نہ ہی غمزدہ ہوں گے۔

فائدہ: ایک دینار سونے کا وزن 4.374 گرام ہوتا ہے۔ اس حساب سے 1000 دینار کا وزن 4374 گرام سونا بنتا ہے۔ آج کی تاریخ (5، جنوری 2024ء) میں ایک گرام سونے کی مالیت 18896 روپے ہے تو 4374 گرام سونے کی مالیت آٹھ کروڑ چھبیس لاکھ اکاون ہزار ایک سو چار روپے (82651104 روپے) بنتی ہے۔

آیت نمبر 2:

﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (۹۳)﴾

سورۃ المائدۃ:93

ترجمہ: جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور نیک اعمال کرتے ہیں، تو انہوں نے پہلے جو کھایا پیا تھا، اس کا کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ وہ آئندہ [حرام اشیاء سے] بچتے رہیں اور ایمان اور اعمالِ صالحہ کو اپنائیں اور پھر تقویٰ اور ایمان پر کاربند رہیں اور پھر متقی اور صاحبِ احسان بن کر ہی رہیں، اور اللہ تعالیٰ صاحبِ احسان لوگوں سے محبت فرماتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان لوگوں کو (جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو نامناسب انداز میں یاد کرتے ہیں) یہ پیغام پہنچا دو کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں میرا نظریہ بہت عمدہ ہے۔ یقینی بات ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے حق میں قرآن کریم نے فرمایا کہ وہ ایمان پر ثابت قدم رہے، نیک اعمال کرتے رہے پھر تقویٰ اختیار کیا، ایمان پر ثابت قدم رہے، تقویٰ اور احسان کو اپناتے رہے اللہ احسان کرنے والوں کو بہت محبوب رکھتا ہے۔

آیت نمبر 3:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ۙ اُولٰۗىِٕكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ (۱۰۱)﴾

سورۃ الانبیاء:101

ترجمہ: بلاشبہ جن لوگوں کے لیے ہماری طرف سے پہلے ہی بھلائی کا فیصلہ ہو چکا ہے، ان کو جہنم سے دور رکھا جائے گا۔

محمد بن حاطب رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بصرہ آئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ چھڑی کے ساتھ زمین کو کریدتے ہوئے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر فرمارہے تھے (اور آپ کی زبان پر مذکورہ آیت جاری تھی، جس کا ترجمہ یہ ہے) "بلاشبہ جن لوگوں کے لیے ہماری طرف سے پہلے ہی بھلائی کا فیصلہ ہو چکا ہے، ان کو جہنم سے دور رکھا جائے گا"۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور آپ کے اصحاب مراد ہیں۔

آیت نمبر4:

﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيۡنِ اَحَدُهُمَاۤ اَبۡكَمُ لَا يَقۡدِرُ عَلٰى شَىۡءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوۡلٰٮهُ ۙ اَيۡنَمَا يُوَجِّههُّ لَا يَاۡتِ بِخَيۡرٍ‌ ؕ هَلۡ يَسۡتَوِىۡ هُوَ ۙ وَمَنۡ يَّاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ‌ ۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ‏(۷۶)﴾

سورۃ النحل:76

ترجمہ: اور اللہ ایک مثال دیتے ہیں کہ دو بندے ہیں ان میں سے ایک گونگا ہے جو کوئی کام نہیں کر سکتا اور اپنے آقا پر بوجھ بنا ہوا ہے، وہ اسے جہاں بھی بھیجتا ہے وہ ڈھنگ کا کام کر کے نہیں آتا۔ کیا ایسا شخص اس دوسرے بندے کے برابر ہو سکتا ہے جو دوسروں کو اعتدال کی تعلیم دیتا ہو اور خود بھی سیدھی راہ پر چل رہا ہو۔

یہ آیت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔

یہ آیت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شان میں اور ان کے (کافر) غلام کے بارے میں نازل ہوئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس غلام پر خرچ کرتے تھے (اور اس کو اسلام کی دعوت بھی دیتے تھے) اور آپ کا وہ غلام اسلام قبول کرنے کو ناپسند کرتا تھا۔

آیت نمبر5:

﴿اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّ قَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۭ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ (٩)﴾

سورۃ الزمر:9

ترجمہ: کیا (ایسا شخص جو شرک کرتا ہو اور دوسروں کو بھی راہِ خداوندی سے بھٹکاتا ہو وہ اس شخص کے برابر ہو سکتا ہے) جو رات کی گھڑیوں میں عبادت کرتا ہے، کبھی سجدے اور کبھی قیام میں رہتا ہے، آخرت (کی پکڑ) سے ڈرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کی امید بھی رکھتا ہے۔ آپ ان سے فرما دیں کہ کیا جو لوگ جانتے ہیں وہ اور جو لوگ نہیں جانتے دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ نصیحت صرف عقل والے ہی قبول کرتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس آیت کا مصداق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قرار دیا۔

حضرت یحییٰ البکاء رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو مذکورہ آیت کی تلاوت کرتے ہوئے سنا۔ (تلاوت کے بعد) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آیت کا مصداق عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں۔ امام یحییٰ البکاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس آیت کا مصداق اس لیے قرار دیا کیونکہ امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رات کے وقت کثرت سے نوافل ادا کرنے والے تھے اور قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے تھے حتیٰ کہ کبھی کبھار ایک ہی رکعت میں مکمل قرآن کریم کی تلاوت کر لیا کرتے تھے۔

بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں

(1): امت محمدیہ کا سب سے زیادہ باحیا انسان

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نبی کے بعد اس امت کے سب سے زیادہ باحیا انسان عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) ہیں۔

(2): فرشتوں کا عثمان رضی اللہ عنہ سے حیا کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں) فرمایا: میں اس شخص (سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ) سے حیا کیوں نہ کروں جس کا فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔

(3): آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے بیعت علی القتال کرنا

ابن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے عبد اللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کی اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم اس وقت تک واپس نہیں جائیں گے جب تک قوم (قریش) سے عثمان کا بدلہ نہ لے لیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بیعت (علی الموت) کے لیے بلایا۔ اسی بیعت کو "بیعتِ رضوان" کہتے ہیں جو ایک (ببول کے) درخت کے نیچے ہوئی تھی۔

(4): رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنا ہم حیثیت قرار دینا

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن ہم مہاجرین؛ ابن حشفہ کے گھر میں تھے جن میں ابو بکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، عبد الرحمٰن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے ہر ایک اپنی حیثیت کے برابر والے شخص کے ساتھ ہو جائے۔ (وہاں موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اٹھے اور اپنی اپنی حیثیت والے کے ساتھ ہو گئے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف اٹھے اور انہیں اپنے گلے لگایا۔

(5): رسول اللہ ﷺ کا عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنا ولی قرار دینا

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن ہم مہاجرین ابن حشفہ کے گھر میں تھے۔ جس میں ابو بکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، عبد الرحمٰن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم تھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے ہر ایک اپنی حیثیت کے برابر والے شخص کے ساتھ ہو جائے۔ (وہاں موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اٹھے اور اپنی اپنی حیثیت والے کے ساتھ ہو گئے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم وسلم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف اٹھے، انہیں گلے لگایا اور فرمایا: اے عثمان! آپ دنیا و آخرت میں میرے دوست ہیں۔

(6): بناتِ رسول اللہ ﷺ سے نکاح بذریعہ وحیِ الٰہی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی (ایک طویل حدیث میں) ہے کہ اللہ کے رسول اپنی دوسری صاحبزادی (سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا) جو کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، کی قبر کے قریب کھڑے ہوئے اور فرمایا: ...... اگر میری دس بیٹیاں بھی ہوتیں تو میں ان کی شادی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کراتا۔ میں نے عثمان کا نکاح (اپنی صاحبزادیوں سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہما کے ساتھ) وحی سماوی (حکم خداوندی) کے مطابق کیا ہے۔

(7): چالیس بیٹیاں ہوتیں تو بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے نکاح:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر میری چالیس بیٹیاں ہوتیں تو یکے بعد دیگرے ان کی شادی عثمان (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ کر دیتا یہاں تک کہ ان میں سے ایک بھی باقی نہ رہتی۔

(8): آپ ﷺ کا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی پیش گوئی کرنا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم احد پہاڑ پر چڑھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سیدنا ابو بکر، سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ (اسی دوران

زلزلہ آیا جس سے) احد پہاڑ لرزنے لگا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (پہاڑ پر اپنا پاؤں مبارک مارا اور) فرمایا: احد ٹھہر جا! تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید موجود ہیں۔

(9): بارگاہِ نبوی سے جنت کی بشارت

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے باغوں میں سے ایک باغ میں تشریف فرما تھے۔ (اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم باری باری حاضر ہو رہے تھے۔ اسی دوران) ایک شخص نے دروازہ کھولنے کی درخواست کی (اور اندر آنے کی اجازت چاہی)۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (پہلے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے، پھر سیدھے ہو کر) بیٹھ گئے اور فرمایا: ان کے لیے دروازہ کھول دو اور پیش آنے والی آزمائش پر انہیں جنت کی بشارت دے دو۔ (اس آزمائش سے مراد وہ سانحہ تھا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے آخر میں پیش آیا) میں گیا (اور دیکھا) تو وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے دروازہ کھولا اور انہیں جنت کی بشارت دی۔

(10): عثمان رضی اللہ عنہ جنت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رفیق

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر نبی کا جنت میں ایک رفیق (دوست) ہو گا اور جنت میں میرا رفیق عثمان بن عفان ہو گا۔

(11): عثمان رضی اللہ عنہ کا ستر ہزار افراد کی شفاعت کرنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قسم بخدا! (قیامت کے دن) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میری امت کے ستر ہزار مرتکبینِ کبیرہ لوگوں کی شفاعت کریں گے جن پر جہنم واجب ہو چکی ہو گی یہاں تک کہ اللہ ان گنہگاروں کو جنت میں داخل فرما دیں گے۔

(12): رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عثمان رضی اللہ عنہ پر اعتماد

(جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ جانے لگے تو) بعض لوگوں نے یہ بات کہہ دی کہ عثمان کی قسمت اچھی ہے وہ مکہ جا کر بیت اللہ کا طواف کریں گے مگر ہم حدیبیہ میں ہیں (ہمیں کفار اجازت دیں یا نہ دیں۔ یہ بات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر عثمان کو کئی سال تک بھی وہاں رکنا پڑا وہ اس وقت تک طواف نہیں کریں گے جب تک میں طواف نہ کرلوں۔

(13): عثمان رضی اللہ عنہ کی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مشابہت:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) کو اپنے والد حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے مشابہ سمجھتے ہیں۔

(14): حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت:

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نکاح اپنی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے کیا تو ان سے فرمایا کہ بیٹی! آپ کے شوہر آپ کے دادا حضرت ابراہیم (علیہ السلام) اور آپ کے والد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بہت ملتے جلتے ہیں۔

(15): عثمان رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنے والا عند اللہ مبغوض

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک میت لائی گئی تاکہ آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ ادا نہیں فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے (ازراہ تعجب) پوچھا گیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کی نماز جنازہ چھوڑتے نہیں دیکھا۔ (پھر اس شخص کی نماز جنازہ کیوں چھوڑ دی؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ شخص عثمان سے دلی نفرت رکھتا تھا، اس لیے یہ شخص اللہ کا بھی مبغوض ٹھہرا۔

عہد صدیقی رضی اللہ عنہ میں

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنے اوصافِ جمیلہ اور صلاحیتوں کی وجہ سے امتیازی مقام حاصل رہا۔ ریاستی امور کے حل اور تعمیر و ترقی کے لیے آپ کی آراء کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا۔ آپ رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مجلس شوریٰ کے رکن رکین تھے۔

روم کی طرف پیش قدمی کے متعلق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی رائے:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب ارتداد کے فتنے کو کچل دیا تو ملک روم کی طرف پیش قدمی کا ارادہ فرمایا۔ اس سلسلے میں اصحاب رائے سے مشورہ لیا۔ ہر شخص نے اپنی اپنی رائے کا اظہار فرمایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی رائے پیش کی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے (مشورہ دیتے ہوئے) فرمایا: میں اس بات کو بخوبی سمجھتا ہوں کہ آپ اس امت کے خیر خواہ اور مشفق ہیں، لہٰذا آپ کسی بات کو مسلمانوں کے لیے مفید سمجھیں تو اس کو کر گزریے! اس حوالے سے آپ پر کوئی بدگمانی نہیں کی جاسکتی۔ اس پر حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد، حضرت ابوعبیدہ، حضرت سعید بن زید اور اس مجلس میں موجود تمام مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم نے بیک زبان کہا: حضرت عثمان نے سچ فرمایا ہے۔ جو آپ کو مناسب نظر آئے وہ کر لیں۔ ہم آپ کی مخالفت کریں گے نہ آپ کے بارے میں کوئی برا گمان رکھیں گے۔

قحط سالی میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سخاوت:

امام ابو بکر محمد بن الحسین بن عبد اللہ الآجُرِّی البغدادی رحمہ اللہ (ت360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بارش نہیں ہو رہی تھی۔ لوگ اکٹھے ہو کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: بارش نہیں ہوئی، فصلیں نہیں اگیں اور لوگ سخت پریشانی کا شکار ہیں۔ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ آپ لوگ تشریف لے جائیں! صبر سے کام لیں۔ اللہ تعالیٰ شام تک آپ کی اس پریشانی کو دور فرما

دیں گے۔ تھوڑی دیر گزری کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ملازمین کا قافلہ 100 اونٹوں پر غلہ لادے ہوئے شام سے مدینہ پہنچ گیا۔ یہ خبر ملتے ہی (تاجر) لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر پہنچ گئے۔ دروازہ کھٹکھٹایا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ لوگوں کے مجمع میں تشریف لائے اور فرمایا: آپ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ لوگوں نے عرض کی کہ آپ جانتے ہیں ان دنوں قحط آچکا ہے، بارشیں نہیں ہوئیں، فصلیں نہیں اُگیں اور لوگ سخت پریشانی کا شکار ہیں۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ کے پاس غلہ آیا ہے، آپ یہ ہمیں فروخت کر دیں تاکہ اسے فقراء و مساکین تک پہنچایا جاسکے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بہت خوب! اندر تشریف لائیں (ریٹ سمجھ آئے تو) خرید لیں۔ تاجر لوگ آپ کے گھر تشریف لائے، دیکھا کہ گندم موجود ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تاجروں سے فرمایا: آپ لوگ شام سے میری قیمت خرید پر کتنا منافع دیں گے؟ انہوں نے کہا: دس کا بارہ دیں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اس سے زیادہ مل رہا ہے۔ انہوں نے کہا: دس کا چودہ دیں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اس سے بھی زیادہ مل رہا ہے۔ انہوں نے کہا: دس کا پندرہ لے لیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اس سے بھی زیادہ مل رہا ہے۔ تاجروں نے کہا کہ اے ابو عمرو! مدینہ میں ہمارے علاوہ کوئی تاجر تو ہے نہیں پھر کون ایسا ہے جو آپ کو ہم سے زیادہ دے رہا ہے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرمایا: اللہ تعالیٰ مجھے زیادہ دے رہے ہیں۔ ایک درہم کا دس دراہم دے رہے ہیں۔ کیا آپ اس سے زیادہ دے سکتے ہیں؟ تاجروں نے کہا کہ اللہ آپ کا بھلا کرے، اتنا زیادہ ہم نہیں دے سکتے۔ اس کے بعد حضرت عثمان نے فرمایا: میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں اس سارے غلے کو غریب و فقیر مسلمانوں پر صدقہ کرتا ہوں۔

والی بحرین کے تقرر کے سلسلے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی رائے:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اصحاب رائے سے مشورہ لیا کہ بحرین کا والی کسے بنایا جائے؟ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ اس شخص کو بحرین کا والی مقرر کریں جسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بحرین والوں کے پاس بھیجا تھا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بحرین والوں کے مسلمان ہونے اور ان کے اطاعت گزار ہونے کا پیغام لے کر حاضر ہوئے تھے۔ وہاں کے لوگ اِن کو جانتے ہیں اور یہ وہاں کے لوگوں کو اور اُن کے ملک کو جانتے ہیں۔ یعنی حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کو بھیجا جائے۔ بالآخر (حضرت عثمان رضی اللہ

عنہ کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کو بحرین کا والی مقرر کر دیا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مدینہ میں نائب:

حضرت ابو وجزہ یزید بن عبید اپنے والد (حضرت عُبَید) سے روایت کرتے ہیں کہ سن 12 ہجری میں جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حج کے لیے تشریف لے گئے تو مدینہ منورہ کا قائم مقام حاکم حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بنا کر گئے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اعتماد:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ (کی بیماری شدت اختیار کر گئی تو اپنے بعد خلیفہ مقرر کرنے کے لیے آپ) نے علیحدگی میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بلایا تاکہ استخلاف عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ لکھوائیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اس بارے میں میرا فیصلہ لکھو!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"یہ فیصلہ ابو بکر بن ابی قحافہ کی طرف سے تمام مسلمانوں کے نام ہے۔ امابعد!"

(اتنی بات لکھوا پائے کہ) آپ رضی اللہ عنہ پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف سے امابعد کے بعد یہ عبارت لکھی:

"میں آپ لوگوں پر اپنا جانشین عمر بن خطاب کو مقرر کرتا ہوں اور میں نے آپ لوگوں کے لیے بھلائی و خیر خواہی کے معاملے میں کوتاہی نہیں کرتا۔"

پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بے ہوشی سے کچھ افاقہ ہوا تو فرمایا کہ ہاں! (جو لکھا ہے وہ) مجھے سناؤ! حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو وہ عبارت سنائی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سن کر فرمایا: اللہ اکبر۔ میرا خیال ہے کہ آپ اس بات سے ڈر رہے تھے کہ اگر میں بے ہوشی میں ہی وفات پا جاتا تو لوگ اختلاف وافتراق کا شکار ہو جاتے (تبھی آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام لکھ دیا) آپ رضی اللہ عنہ نے

فرمایا: جی ہاں ایسے ہی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ کو اسلام اور اھلِ اسلام کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

عہدِ فاروقی رضی اللہ عنہ میں

امہات المومنین کی حفاظت پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا تقرر:

حضرت ابو عثمان، ابو حارثہ اور ربیع رحمہم اللہ سے بسند مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنی خلافت کے آخری سال سن 23ھ میں) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کے ساتھ حج کیا۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ ان کے وہ محرم لوگ بھی موجود تھے جن سے ان کے پردے کا مسئلہ نہیں تھا۔(ازواج مطہرات اونٹوں پر سوار تھیں اور اس) قطار کے آگے آگے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو اور آخر میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان واسطہ:

حضرت امام محمد، طلحہ اور زیاد رحمہم اللہ سے بسند مروی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کوئی بات پوچھنا چاہتے تو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو یا پھر حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو درمیان میں واسطہ بناتے۔

استخلاف عثمان رضی اللہ عنہ کا اشارہ:

[1] حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں "ردیف" کہا جاتا تھا۔ عربی زبان میں "ردیف" اس شخص کو کہتے ہیں جو شہسوار کے پیچھے بیٹھنے والا ہو۔ اہل عرب ردیف اس شخص کو کہتے ہیں جس کے بارے میں یہ امید ہو کہ اس سردار کے بعد یہ سردار ہو گا۔

[2]: حضرت سالم بن عبد اللہ بن عمر رحمہ اللہ اپنے والد (حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے اور انہوں نے (امر خلافت کے بارے میں) شوریٰ کو حکم دیا۔ اسی دوران آپ کی صاحبزادی (ام المومنین زوجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم) سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا آپ کی خدمت میں تشریف لائیں اور عرض کی: ابو جان! بعض لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ جن لوگوں کو آپ نے شوریٰ کے لیے منتخب فرمایا ہے وہ اس کے اہل نہیں ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (شدت تکلیف کی وجہ سے) فرمایا کہ مجھے سہارا دیں۔

وہاں پر موجود لوگوں نے آپ کو سہارا دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ اس وقت سخت تکلیف کی حالت میں تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: شاید لوگ ایسی باتیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں کر رہے ہوں گے حالانکہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس دن عثمان کی شہادت ہو گی اس دن آسمان کے فرشتے ان کے لیے دعائے رحمت کریں گے۔ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ) میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا یہ صرف عثمان کے لیے ہے یا سب لوگوں کے لیے ہے؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے خاص ہے۔

استخلافِ عثمان رضی اللہ عنہ کے عملی مراحل:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں جبکہ آپ جان لیوا گہرے زخموں سے چُور چُور تھے، اپنے بعد امر خلافت کے معاملے کو انتہائی اہمیت کا حامل سمجھا۔ اس کے لیے درجہ بدرجہ درج ذیل تدابیر اختیار کرنے کا حکم دیا:

[1]: آپ رضی اللہ عنہ نے خلیفہ بننے کے لیے چھ افراد کے نام تجویز فرمائے:

حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم

[2]: ان چھ افراد کو حکم دیا کہ خلیفہ کے انتخاب کے لیے آپس میں مشورہ کریں۔ اپنے ساتھ صرف بطور مشیر حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو شامل کر لیں۔

[3]: یہ چھ افراد تین دن کے اندر فیصلہ کریں، تین دن سے زیادہ تاخیر نہ کریں۔

[4]: مدت انتخاب کے دوران حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ نماز کی امامت کریں۔

[5]: حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ اور حضرت مقداد بن اسود الِکندی رضی اللہ عنہ کو انتخابی عمل کی کارروائی کا نگران مقرر فرمایا۔

[6]: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ حکم دیا کہ جب افراد شوریٰ کسی کے خلیفہ ہونے پر اتفاق کر لیں تو جو اِن کی مخالفت کرے اس کی گردن اڑا دی جائے۔

[7]: یہ حکم دیا کہ اگر مذکورہ چھ افراد میں سے تین ایک شخص کے بارے میں رائے دیں اور باقی تین دوسرے شخص کے بارے میں رائے دیں تو ایسی صورت میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو ثالث تسلیم کر لیں۔ اگر ان کے فیصلہ کو سب مان لیں تو فبہا ورنہ جس طرف عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ہوں اسی کی رائے کے مطابق خلیفہ نامزد کیا جائے۔

[8]: یہ حکم دیا کہ برابری کی صورت میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی بات تسلیم کرو۔

فائدہ:

شق نمبر 7 اور 8 میں بہ ظاہر تعارض ہے۔ اس میں تطبیق یہ ہے کہ ان چھ افراد میں سے اگر تین ایک طرف اور تین دوسری طرف ہو جائیں تو چونکہ اب تقابل برابر ہو چکا ہے اس لیے اب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو فیصل بنا دیا جائے۔ جس فریق کے حق میں وہ فیصلہ دیں اسی کے مطابق خلیفہ نامزد کر دیا جائے۔ اور اگر لوگ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے فیصلے کو تسلیم نہ کریں تو اب فیصلہ کا مدار حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو بنایا جائے کہ جس گروہ میں وہ ہوں اسی کی رائے کے مطابق خلیفہ نامزد کر لیا جائے۔

استخلافِ عثمان رضی اللہ عنہ میں عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا دانشمندانہ کردار:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تدفین سے لوگ فارغ ہوئے تو ممبرانِ شوریٰ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یا فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا (علیٰ اختلاف القولین) کے گھر میں جمع ہوئے۔ اس دوران حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے چند امور سرانجام دیے:

(1): حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ مجوزہ امیدواروں کی تعداد چھ سے تین تک لے آئے۔

(2): حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کو فرمایا کہ جو بھی امر خلافت سے اپنی براءت ظاہر کرے گا ہم خلافت اسی کو دے دیں گے اور اللہ اس کا نگہبان ہو گا۔

(3): حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے دونوں حضرات کی اجازت سے خلیفہ نامزد کرنے کی ذمہ داری خود لے لی۔

(4): حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے دونوں کو اعتماد میں لیا۔

(5): حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ان دونوں حضرات سے متعلق خود بھی غور و خوض کیا اور اہلِ مدینہ سے مشورہ بھی کیا۔

(6): حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعتِ خلافت کی، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کی۔ اس کے بعد تمام اہلِ مدینہ نے کی۔

اپنے عہدِ خلافت میں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اتفاقِ رائے سے خلیفہ نامزد کر دیا گیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے طرز خلافت کی ایک جھلک:

1: پہلا خطبہ

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنے تو آپ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الطبری رحمہ اللہ (ت 310ھ) نقل کرتے ہیں:

لوگو! مجھ پر خلافت کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے اور میں نے اسے قبول کیا۔ میں پہلے لوگوں کی پیروی میں امور خلافت انجام دوں گا، ان سے ہٹ کر نہیں۔ (دوسرا معنیٰ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میں متبع سنت ہوں مبتدع نہیں ہوں) قرآن و سنت پر عمل کرنے کے بعد تم سب کے میرے اوپر تین بنیادی حقوق ہیں:

1. میں پہلے گزرے ہوئے لوگوں کی ان چیزوں میں اتباع کروں جن پر آپ لوگوں نے اتفاق و اجماع کر لیا ہے اور طریقہ متعین کر لیا ہے، اور آپ لوگوں نے اور اہل خیر نے جو طریقہ متعین کیا ہے وہ تمام لوگوں کے سامنے متعین کروں۔
2. میں تم میں سے کسی پر کسی طرح کی کوئی زیادتی نہ کروں۔ الا یہ کہ تم خود (کسی جرم کا ارتکاب کر کے) اپنے اوپر سزا کو لازم کر لو۔
3. دنیا (دیکھنے کے اعتبار سے) سرسبز و شاداب ہے اور لوگوں کی طرف لپک رہی ہے اور بہت سارے لوگ اس کی طرف مائل ہو چکے ہیں۔ لہٰذا آپ لوگ دنیا کی طرف مائل نہ ہونا، اس پر اعتماد نہ کرنا کیونکہ یہ دنیا قابل اعتماد نہیں اور دنیا کسی کو چھوڑنے والی نہیں۔ ہاں کوئی خود اس سے کنارہ کش ہو جائے تو الگ بات ہے۔

2: والیان حکومت کے نام پہلا خط

امام ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الطبری رحمہ اللہ (ت 310ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

سب سے پہلا خط جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے والیان حکومت کے نام تحریر کیا اس میں حمد و صلاۃ کے بعد لکھا: اللہ تعالیٰ نے والیان حکومت کو حکم فرمایا ہے کہ وہ (رعایا کے) نگہبان بنیں۔ صرف ٹیکس وصول کرنے والے نہ بنیں۔ اس امت کے اولین لوگ نگہبان بنائے گئے تھے، ٹیکس وصول کرنے والے نہیں بنائے گئے تھے۔ (حالات کو دیکھ کر یوں معلوم ہوتا ہے کہ) آپ لوگوں کے امراء ٹیکس وصول کرنے والے بن جائیں گے اور نگہبان ہونے والی حیثیت کو برقرار نہ رکھ سکیں۔ (خدانخواستہ) اگر ایسا ہو گیا تو حیا، امانت اور وفاداری ختم ہو جائے گی۔ معتدل طرز زندگی یہ ہے کہ آپ لوگ مسلمانوں کے مسائل میں غور و فکر کرو۔ ان کے جو حقوق ہیں وہ ادا کرو۔ اور ان کے ذمہ جو (ریاست کے) حقوق ہیں وہ ان سے وصول کرو۔ اس کے بعد ذمی لوگوں کے مسائل میں غور و فکر کرو ان کے جو حقوق ہیں وہ ادا کرو۔ اور ان کے ذمہ جو (ریاست کے) حقوق ہیں وہ ان سے وصول کرو۔ اس کے بعد دشمنوں کے مسائل میں غور و فکر کرو جن کے مقابلے میں آپ ڈٹے ہوئے ہو (اسلام اور اہل اسلام سے) وفاداری سے (ان کے خلاف) فتح حاصل کرو۔

3: خراج وصول کرنے والوں کے نام پہلا خط

سب سے پہلا خط جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خراج وصول کرنے والوں کے نام تحریر کیا اس میں حمد وصلاۃ کے بعد لکھا: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو برحق طور پر پیدا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ حق ہی کو قبول فرماتا ہے۔ حق لو اور لوگوں کو حق دو، امانت اور راست بازی کا ہمیشہ خیال رکھو، پہلے پہلے امانت ضائع کرنے والے نہ بنو (کیونکہ آپ لوگوں سے پہلے اس امت میں یہ جرم کسی نے نہیں کیا) اس صورت میں آپ بعد والوں کے شریک جرم بن جاؤ گے، وفاداری اور ایفائے عہد کا خیال رکھو، نہ یتیم پر ظلم کرو اور نہ ہی معاہد (ذمی) پر کیونکہ مظلوم کا مدعی خود خدا ہوتا ہے۔

4: سپہ سالاروں کے نام پہلا خط

سب سے پہلا خط جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سرحدوں پر موجود اسلامی افواج اور بالخصوص سپہ سالاروں کے نام تحریر کیا اس میں حمد وصلاۃ کے بعد لکھا: تم لوگ مسلمانوں کی حمایت اور ان کی طرف سے دفاع کا فریضہ سر انجام دے رہے ہو۔ تمہارے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو قوانین مقرر فرمائے تھے وہ ہم میں سے کسی پر مخفی نہیں بلکہ ہماری مشاورت سے بنائے گئے تھے۔ اس لیے مجھ تک یہ خبر نہیں پہنچنی چاہیے کہ تم نے ان

قوانین میں ردوبدل سے کام لیا ہے اور اگر تم نے ایسا کیا تو یاد رکھنا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ دوسری قوم کو لے آئیں گے۔ اب تم خود فیصلہ کرو کہ تم نے کیسے بن کے رہنا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ نے جو ذمہ داری مجھ پر ڈالی ہے میں بھی اس کی ادائیگی کی پوری کوشش کر رہا ہوں۔

5: عام رعایا کے نام ہدایات

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عامۃ الناس کے نام ہدایات جاری فرمائیں اس میں حمد وصلاۃ کے بعد لکھا:

آپ لوگ جس مقام پر پہنچے ہو وہ (اسلاف کی) اقتداء و تابعداری ہی سے پہنچے ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ دنیا تمہیں اس منہج سے دور کر دے۔ کیونکہ جب اس امت میں تین چیزیں جمع ہو جائیں گی تو اس کا معاملہ بدعت کی طرف چل پڑے گا۔ نعمتوں کی فراوانی، جنگی قیدی خواتین سے آپ کی اولاد کا بلوغت تک پہنچنا اور عجمیوں کی طرح (بغیر قواعد تجوید) قرآن کریم پڑھنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کفر عجمیوں میں ہے۔ جب ان پر کوئی معاملہ دشوار گزرتا ہے تو بدعت ایجاد کر لیتے ہیں۔

6: فوجیوں کے وظائف میں اضافہ

حضرت عامر الشعبی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پہلے خلیفہ ہیں جنہوں نے فوجیوں کے وظائف میں سو سو درہم کے اضافہ کیا۔

7: ساحلی علاقوں کی مضبوطی

جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک خط لکھا جس میں ساحلی علاقوں کو مضبوط بنانے اور حفاظتی دستے متعین کرنے کا حکم دیا۔ نیز جو لوگ ان علاقوں میں مقیم ہیں ان کے لیے وظائف اور جاگیریں مقرر کرنے کا بھی حکم دیا۔ چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان امور کو سرانجام دیا۔

8: بچوں کے وظائف

حضرت ابو اسحاق (الہمدانی) رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ میرے دادا حضرت خیار رحمہ اللہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ شیخ! آپ کے اہل و عیال کتنے افراد پر مشتمل ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ اتنے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے آپ کے لیے 1500 درہم جبکہ آپ کے اہل و عیال میں سے ہر ایک کے لیے ایک ایک سو درہم مقرر کر دیا ہے۔

فائدہ:

امام ابو یوسف یعقوب بن سفیان بن جوان الفارسی الفسوی رحمہ اللہ (ت 277ھ) نے "المعرفۃ والتاریخ" میں لکھا ہے کہ ابو اسحاق الہمدانی رحمہ اللہ کے دادا خیار رحمہ اللہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بتایا:

إِنَّ مَعِيَ سِتِّيْنَ.

کہ میرے پاس 60 لوگ رہتے ہیں۔

اگر خیار اور ان کے اہل خانہ کے دراہم کو ملایا جائے تو وہ 7500 دراہم بنتے ہیں۔

حضرت محمد بن ہلال رحمہ اللہ اپنی دادی سے روایت کرتے ہیں - ان کی دادی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس ایام محاصرہ میں آیا کرتی تھیں - کہ ان کے ہاں بیٹا ہلال پیدا ہوا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک دن ان کو اپنے ہاں نہ دیکھا (تو پوچھا کہ اس خاتون کا کیا بنا؟) آپ کو بتایا گیا کہ انہوں نے گزشتہ رات ایک بچے کو جنم دیا ہے۔ محمد بن ہلال رحمہ اللہ کی دادی صاحبہ فرماتی ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے میرے پاس پچاس درہم اور سنبلانی کپڑے بھیجے اور ساتھ یہ بھی کہلا بھیجا کہ یہ تیرے بیٹے کا وظیفہ اور کپڑا ہے۔ جب یہ ایک سال کا ہو جائے گا تو اس کا وظیفہ بڑھا کر سو درہم کر دیں گے۔

فتوحات

آپ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں فتوحات کی دو قسمیں تھیں:

نمبر 1:

بعض ممالک جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں فتح ہو چکے تھے وہاں کے لوگوں نے بغاوت کی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دوبارہ فتح کیا۔

ان علاقوں میں آذربائیجان، آرمینیہ، رَے اور اسکندریہ کا نام قابلِ ذکر ہے۔ تاریخ طبری اور البدایۃ والنہایۃ میں ان علاقوں کا تفصیلاً ذکر ملتا ہے۔

نمبر 2:

وہ نئے علاقے جو پہلے فتح نہیں ہوئے تھے۔

ان علاقوں میں بلاد روم اور قلعے، بلاد مغرب، طرابلس، اِنطاکیہ، طَرطُوس، شِمْشَاط، مَلَطِیَّہ، افریقہ، سوڈان، ماوراء النہر، ایشائے کوچک، ایران، ترکستان، اندلس، اِصْطَخْر، قِنَّسْرِیْن، قَبْرُص، فارس، سجستان، خراسان، مکران، طبرستان، قہستان، اَبْرَشَہْر، طوس، بیُوْرُو، حُمْران، سَرَخْس، بیہق مرو، طالقان، مَرْوُرُوذ، فاریاب، طَخارِستان، جوزجان، بلخ، ہَرات، بَاذَغِیْس، مَرْوَیْن وغیرہ شامل ہیں۔ ان میں سے ہر علاقے کی فتح کی تفصیل کتب تاریخ میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔

گویا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ایشیا، یورپ اور افریقہ کے بڑے بڑے ممالک فتح کیے۔ فارس وروم کی سیاسی قوت کا استیصال کیا اور روئے زمین کا بیشتر حصہ اسلامی سلطنت کے زیرِ نگیں آیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے طرزِ فقاہت کی ایک جھلک

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں بہت سے مجتہدانہ فیصلے کیے جو آپ کی فقاہت پر روشن دلیل ہیں۔ چند ایک کا مختصر مگر جامع تذکرہ پیش خدمت ہے:

1: جمع قرآن کے مراحل اور عثمانی مصحف

قرآن کریم کے جمع کے تین مراحل ہیں:

پہلا مرحلہ عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں:

(1): قرآن کریم کا جو حصہ نازل ہوتا اسے فوراً تحریر کر لیا جاتا۔

(2): یہ تحریر کبھی جانور کے کندھے کی ہڈی پہ ہوتی، کبھی کاغذ پہ، کبھی چمڑے پہ، کبھی پتھر کی سِلوں پہ اور کبھی بانس کے پارچوں پہ۔

(3): قرآن مجید متفرق طور پر تحریر کیا گیا تھا لیکن ایک جلد میں جمع نہیں تھا۔ اس لیے سورتوں کی باقاعدہ ترتیب نہیں تھی۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً (٢)﴾

سورة البينة:2

ترجمہ: (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے عظیم الشان رسول ہیں جو پاک صحائف کی تلاوت کرتے ہیں۔

فائدہ: یہ تبھی ممکن ہے کہ جب قرآن کریم کو صحائف میں لکھ لیا جاتا ہو۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبین وحی مقرر تھے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آیت کریمہ ﴿لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ نازل ہوئی تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ زید کو میرے پاس بھیجو، وہ تختی، دوات اور (کسی بڑے جانور کے) کندھے کی صاف ہڈی لے کر آئے۔ یا پھر یوں

فرمایا کہ (کسی بڑے جانور کے) کندھے کی صاف ہڈی اور دوات لے کر میرے پاس آئے۔ (چنانچہ میں ان کو بلا کر لے آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے) فرمایا: لکھو! ﴿لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ﴾

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر وحی کی کتابت کیا کرتا تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تھی تو آپ کو سخت گرمی لگتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں پسینہ آنے لگتا جیسے موتی ڈھل رہے ہوں۔ پھر یہ کیفیت ختم ہو جایا کرتی تو میں (کسی جانور کے) کندھے کی ہڈی یا (کسی چیز کا) کوئی ٹکڑا لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو جاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لکھواتے اور میں لکھ لیتا۔ میں جب تک قرآن مجید کی کتابت سے فارغ نہیں ہو جاتا تھا اس وقت تک قرآن کریم کے وزن کی وجہ سے مجھے یوں بوجھ محسوس ہوتا کہ میری ٹانگ ٹوٹ جائے گی اور مجھے لگتا کہ میں اب اس ٹانگ پر کبھی چل بھی نہیں سکوں گا۔ خیر جب میں کتابت سے فارغ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے فرماتے: "اس کو پڑھو!" میں اسے پڑھتا۔ اگر اس میں کوئی قابلِ اصلاح چیز ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اصلاح فرما دیتے اور اسے لوگ کے سامنے لاتے۔

قرآن کریم مکمل طور پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک میں لکھا گیا تھا لیکن ایک جگہ جمع نہیں تھا اور نہ ہی (باضابطہ) سورتوں کی ترتیب پر مرتب تھا۔

دوسرا مرحلہ عہدِ صدیقی رضی اللہ عنہ میں:

(1): اس جمع کا محرک جنگِ یمامہ میں کثیر حفاظ کا شہید ہونا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بار بار کہنے پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس کام پر راضی ہوئے۔

(2): کتابتِ قرآن کا یہ کام حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ (انصاری صحابی) کے سپرد کیا گیا۔ انہوں نے قرآنی آیات کو جانور کے کندھے کی ہڈی، کاغذ، چمڑے، پتھر کی سِلوں، بانس کے پارچوں اور لوگوں کے سینوں سے جمع کیا۔

(3): یہ اعلان کر دیا گیا کہ جس کے پاس جو آیت لکھی ہوئی ہے وہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس لائے۔

(4):　حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس لوگ جو آیات لاتے تو آپ رضی اللہ عنہ پہلے اپنی یادداشت سے ان آیات کی توثیق کرتے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ توثیق کرتے، پھر ان آیات پر دو گواہ طلب کیے جاتے۔ جب گواہ گواہی دیتے تب ان آیات کو مصحف میں تحریر کیا جاتا۔

(5):　قرآن مجید کو صرف کاغذ پر لکھا گیا۔

(6):　مکمل ایک جگہ پر لکھ دیا گیا۔

(7):　سورتوں کو باقاعدہ ترتیب دی گئی لیکن ہر سورت الگ الگ صحیفہ میں لکھی ہوئی تھی، تمام سورتیں ایک صحیفہ میں یکجا نہیں تھیں۔

(8):　اس مصحف میں یہ ترتیب رکھی گئی کہ اگر کوئی لفظ لغتِ قریش اور دیگر قبائل کی لغات میں ایک جیسے رسم الخط پر لکھا جاتا ہو تو اسے ایک ہی رسم الخط پر لکھا گیا اور جہاں لغتِ قریش اور دیگر قبائل کی لغات میں فرق تھا تو سب لغات (لغتِ قریش اور دیگر قبائل کی لغات) کو باقی رکھا گیا۔

(9):　اس کا ایک ہی نسخہ تیار ہوا جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس رہا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہا اور ان کی شہادت کے بعد ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہا۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ یمامہ کے بعد مجھے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بلایا۔ جب میں ان کے پاس پہنچا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا:

حضرت صدیق اکبر:　حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا کہ یمامہ کی جنگ میں بہت سارے حفاظ شہید ہو گئے ہیں، مجھے ڈر ہے کہ اگر ایسے ہی جنگوں میں حفاظ شہید ہوتے رہے تو قرآن مجید کا بہت سارا حصہ ان کے سینوں ہی میں چلا جائے گا؛ اس لئے میری رائے یہ ہے آپ قرآن کریم کو ایک جگہ جمع کرنے کا حکم دے دیں۔ میں نے عمر سے کہا کہ جو کام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا وہ ہم کیسے کریں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: خدا کی قسم! اس میں خیر ہی خیر ہے۔ یہ مجھ سے بار بار اصرار کرتے رہے؛ بالآخر اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ

بھی اس کام کے لیے کھول دیا اور اب میری رائے بھی یہی ہے جو عمر رضی اللہ عنہ کی ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: تم نوجوان بھی ہو، سمجھدار بھی ہو، عادل بھی ہو، ہم تم میں کسی طرح کی تہمت موجود نہیں پاتے اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبِ وحی بھی رہے ہو۔ لہذا تم قرآن کریم کی آیات کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تلاش کرو اور ان کو جمع کرو۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! اگر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مجھے کسی پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم فرماتے تو یہ میرے لیے قرآن کریم جمع کرنے سے زیادہ آسان تھا۔

حضرت زید: آپ حضرات ایسا کام کیوں کرتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا؟

حضرت ابو بکر: قسم بخدا! یہ تو اچھا ہی کام ہے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اس بارے میں مسلسل مجھ سے اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی طرح اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ بھی اس کام کے لیے کھول دیا۔ چنانچہ میں نے قرآن کریم کے اجزاء کو تلاش کرنا شروع کیا اور اسے کھجور کی شاخوں، باریک سفید پتھروں اور لوگوں کے سینوں سے اکٹھا کر کے ایک جگہ جمع کر دیا۔

فائدہ:

یہ مصحف تیار ہو گیا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنے پاس محفوظ کر لیا۔

(حضرت زید رضی اللہ عنہ کا تیار کردہ) یہ صحیفہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی وفات تک آپ کے پاس رہا، پھر آپ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تحویل میں آ گیا اور آپ کی شہادت کے بعد یہ آپ کی بیٹی ام المومنین سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کے پاس رہا۔

عہد نبوی اور عہد صدیقی کی کتابت قرآنی:

اس فرق کو ایک جدول میں پیش کیا جاتا ہے:

عہد نبوی کی کتابت قرآنی	عہد صدیقی کی کتابت قرآنی
مکمل ایک جگہ پر لکھا ہوا نہیں تھا	مکمل ایک جگہ پر لکھ دیا گیا

قرآن کریم مختلف اشیاء (کھجور کی شاخوں، سفید پتھروں کی سِلوں، چمڑے کے پارچوں، بانس کے ٹکڑوں یا کسی بڑے جانور کے کندھو ں کی صاف ہڈیوں وغیرہ) پر لکھا ہوا تھا۔	قرآن کریم کو صرف کاغذ پر لکھا گیا
سورتوں کی باقاعدہ ترتیب نہیں تھی	سورتوں کو باقاعدہ ترتیب دیا گیا
آیات کی باقاعدہ ترتیب نہیں تھی	آیات کو باقاعدہ ترتیب دیا گیا

فائدہ: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جب قرآن کریم کو جمع کرایا تو اس میں قبائل کی مستقل لغات کو باقی رکھا۔

تیسرا مرحلہ عہدِ عثمانی رضی اللہ عنہ میں:

(1): اس جمع کا محرک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں پیش آیا۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ آرمینیہ اور آذربائیجان کے محاذ پر جہاد میں مشغول تھے۔ انہوں نے وہاں لوگوں میں قراءتِ قرآن کے سلسلے میں اختلاف دیکھا۔

(2): حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ؛ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔ اس اختلاف کی بابت عرض کی کہ اس صورت حال کو کنٹرول کیا جائے ورنہ آئندہ چل کر یہود و نصاریٰ کے اختلاف کی طرح ہو جائے گا جنہوں نے اپنی کتاب میں اختلاف کیا۔

(3): سات حروف جن پر قرآن نازل ہوا تھا وہ عرب میں تو کم باعثِ اختلاف بنے لیکن جب اسلام پھیلا اور عجم میں پہنچا تو اب اختلاف زیادہ ہوا۔

(4): حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس قاصد بھیج کر وہ مصحف منگوا لیا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس موجود تھا۔

(5): حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چار رکنی کمیٹی تشکیل دی:

۱؛ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ (انصاری صحابی)

۲؛ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ (مہاجر قریش)

۳؛ حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ (مہاجر قریش)

۴؛حضرت عبد الرحمٰن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ (مہاجر قریش)

(6): اس کمیٹی کو حکم دیا کہ اس نسخہ کو (جو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے منگوایا گیا تھا) سامنے رکھ کر قرآن مجید کو جمع کریں۔

(7): جمعِ قرآنی کے سلسلے میں اسی طرز کو دوبارہ اختیار کیا گیا جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں اختیار کیا گیا تھا کہ لوگوں سے دوبارہ وہ آیات جمع کی گئیں جو ان کے پاس موجود تھیں۔ یہ حضرات پہلے اپنے حافظے سے ان آیات کی توثیق کرتے، پھر لوگوں سے اس پر گواہ طلب کرتے، پھر مصحف میں درج کرتے۔

(8): جہاں لغت قریش اور دیگر قبائل کی لغات میں اختلاف تھا ان کو مصحف میں ختم کر دیا گیا، صرف لغت قریش (مع رسم الخط) باقی رکھا گیا۔

(9): تمام سورتوں کو ایک صحیفہ میں مرتب کیا۔

(10): اس مصحف کے پانچ یا سات نسخے تیار کیے گئے جو مختلف شہروں میں بھیج دیے گئے۔

(11): حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ کو ان کا مصحف واپس کر دیا گیا۔

(12): یہ اعلان کر دیا گیا کہ اس نسخہ کے علاوہ باقی نسخے جلا دیے جائیں۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آرمینیہ اور آذربائیجان کی فتح کے سلسلے میں شام کے غازیوں کے لیے جنگی و عسکری تیاریوں میں مصروف تھے تاکہ وہ اہل عراق کو ساتھ لے کر جنگ کریں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ لوگوں کے اختلاف قراءات کے سلسلے میں بہت پریشان تھے۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے (مدینہ آکر) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے عرض کی: اے امیر المومنین! اس سے پہلے کہ یہ امت بھی یہود و نصاریٰ کی طرح کتاب اللہ میں اختلاف کرے آپ اس معاملے کو سنبھالیے! (اور سارا واقعہ عرض کیا کہ لوگ ایک دوسرے کے سامنے یوں کہہ رہے ہیں کہ میری قراءت آپ کی قراءت سے بہتر ہے) چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں اپنا قاصد بھیجا کہ وہ صحائف (جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سرکاری طور پر جمع کرائے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ کے پاس ہیں) ہمیں دے دیجیے، ہم انہیں

دیگر مصاحف میں نقل کر کے آپ کو واپس کر دیں گے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے وہ مصاحف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت سعید بن العاص اور حضرت عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ ان صحیفوں (جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سرکاری طور پر جمع کرائے تھے) کو مصاحف میں نقل کریں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تینوں قریشیوں کو فرمایا کہ جب آپ کا حضرت زید بن ثابت کے ساتھ کسی لفظ میں (قراءت مع رسم الخط) کا اختلاف ہو جائے تو اسے قریش کی لغت (مع رسم الخط) کے مطابق لکھنا۔ کیونکہ قرآن کریم (اولا) قریش کی زبان میں نازل ہوا تھا۔ چنانچہ ان حضرات نے ایسا ہی کیا۔ جب تمام صحائف کو مختلف مصاحف میں نقل کر لیا گیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ سارے صحیفے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو واپس کر دیے اور ریاست مدینہ کے ماتحت سلطنتوں میں اس کا ایک ایک نسخہ بھیج دیا اور حکم دیا کہ اس کے علاوہ اگر قرآن کریم کسی صحیفے میں یا مصحف میں لکھا ہو تو اسے جلا دیا جائے۔

عہد صدیقی اور عہد عثمانی کی کتابت قرآنی:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جمعِ قرآن کی غرض یہ تھی کہ جتنے حروف اور وجوہ پر قرآن نازل ہوا ہے چاہے وہ لغت قریش میں ہے یا لغتِ قریش کے علاوہ میں تو ان سب کو جمع کر دیا جائے جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی غرض یہ تھی کہ اسے صرف لغت قریش میں باقی رکھا جائے، باقی لغات (مع رسم الخطوط) کو حذف کر دیا جائے۔

2: مسئلہ اتباع سلف

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نظریہ اور موقف یہ تھا کہ اہلِ اسلام کو قرآن و سنت کی پیروی اسلاف کی تعبیرات کی روشنی میں کرنی چاہیے۔ اس بارے میں ہر شخص کو فکری طور پر آزادی نہیں دینی چاہیے کہ وہ جس بات کو دین سمجھیں یا دین کی جس بات کی جو تعبیر ان کے ذہن میں آئے اسی پر عمل کرنا شروع کر دیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کا نظریہ سلف کی اتباع کا تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عامۃ الناس کے نام ہدایات جاری فرمائیں اس میں حمد و صلاۃ کے بعد لکھا: آپ لوگ جس مقام پر پہنچے ہو وہ (اسلاف کی) اقتداء و تابعداری ہی سے پہنچے ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ دنیا تمہیں اس منہج سے دور کر دے۔

نیز آپ رضی اللہ عنہ خود بھی اسی منہج پر گامزن تھے۔

(حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا) قرآن و سنت پر عمل کرنے کے بعد تم سب کے میرے اوپر تین بنیادی حقوق ہیں: پہلا یہ ہے کہ میں پیشرو لوگوں کی ان چیزوں میں اتباع کروں جن پر آپ لوگوں نے اتفاق و اجماع کر لیا ہے۔

3: ترک قراءۃ خلف الامام

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا موقف یہ تھا کہ مقتدی امام کے پیچھے قراءت نہ کرے۔ اس لیے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح آپ رضی اللہ عنہ بھی امام کے پیچھے قراءت کرنے سے سختی سے منع فرماتے تھے۔

عبد اللہ بن زید بن اسلم اپنے والد (حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ) سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم امام کے پیچھے (مقتدی کو) قراءت کرنے سے سختی سے روکتے تھے، اور وہ یہ حضرات ہیں: حضرت ابو بکر صدیق، عمر فاروق، عثمان بن عفان، علی بن ابی طالب، عبد الرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، عبد اللہ بن مسعود، زید بن ثابت، عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم۔

4: جمعہ کی اذان ثانی

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے دور میں نماز جمعہ کے لیے صرف ایک اذان دی جاتی تھی۔ جو آج کل "دوسری اذان" کہلاتی ہے یعنی وہ اذان جو موذن امام کے سامنے کھڑے ہو کر دیتا ہے اور اس کے بعد عربی خطبہ دیا جاتا ہے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت آیا اور مسلمانوں کی تعداد میں بھی خاطر خواہ اضافہ ہوا تو آپ کے اجتہادی حکم سے اذان ثانی شروع ہوئی جسے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قبول کیا جو آج تک جاری و ساری ہے۔

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے زمانوں میں جمعہ کی اذان اس وقت ہوتی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت آیا اور لوگوں کی تعداد بہت بڑھ گئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے (اجتہادی) حکم دیا کہ زَوراء نامی جگہ پر تیسری اذان دی جائے۔ اذان کا یہ طریقہ مستقل طور پر رائج ہو گیا۔ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے بھی اس اذان پر اعتراض نہیں کیا۔ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس اذان کی صحت پر اجماع ہے جس کی مخالفت جائز نہیں۔)

فائدہ: حدیث مبارک میں اس اذان کو تیسری اذان اس لیے کہا گیا ہے کہ جمعہ کی نماز کے لیے ایک اذان اور (اکثر الفاظ اذان پر مشتمل) ایک اقامت پہلے سے موجود تھی۔ اس اعتبار سے حدیث مبارک میں اسے تیسری اذان کہا گیا ہے۔

5: مسئلہ بیس تراویح

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں رمضان المبارک کے پورے مہینے میں بیس رکعات تراویح پڑھی جاتی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بھی باوجود مجتہد ہونے کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مجتہدانہ فیصلے (جو کہ بصورت اجماع منعقد ہو چکا تھا) کی موافقت فرمائی۔

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیس رکعات تراویح پڑھتے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لمبے قیام کی وجہ سے اپنی لاٹھیوں پر سہارا لے کر کھڑے ہوتے تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے طرزِ عبادت کی ایک جھلک

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زندگی زاہدانہ تھی۔ دنیا کے اسباب موجود ہونے کے باوجود آپ کے دل میں دنیا نہیں تھی بلکہ ہر وقت عبادات میں مصروف اور فکر آخرت میں مگن رہتے تھے۔ اس کی ایک جھلک پیش خدمت ہے:

1: ایک رکعت میں مکمل قرآن کریم کی تلاوت

امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اہلیہ (سیدہ نائلہ) رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ساری رات عبادت کرتے ہیں جس میں ایک ہی رکعت میں مکمل قرآن کریم کی تلاوت کر لیا کرتے ہیں۔

حضرت یحییٰ البکاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کبھی کبھار ایک ہی رکعت میں مکمل قرآن کریم کی تلاوت کر لیا کرتے تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا شمار ان افراد میں ہوتا ہے جو ساری ساری رات عبادت کیا کرتے جس میں ایک ہی رکعت میں مکمل قرآن کریم کی تلاوت فرمالیا کرتے تھے۔

2: روزوں کی کثرت

حضرت زبیر بن عبداللہ رحمہ اللہ اپنی دادی سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (تقریباً) سارا سال روزے رکھا کرتے تھے۔

فائدہ:

شریعت اسلامیہ میں پانچ دن روزے رکھنا ممنوع ہے اور وہ دن یہ ہیں: عید الفطر (یکم شوال المکرم) عید الاضحیٰ کے تین دن (دسویں، گیارھویں اور بارھویں ذوالحج) اور ان کے بعد ایک دن یعنی تیرھویں ذوالحج۔ انہی دنوں کو ایام ممنوعہ یا "ایام مَنہِیَّہ" کہتے ہیں۔

3: مسلسل دس حج

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں مسلسل دس سال تک حج کیے سوائے آخری محاصرے والے سال کے۔

4: صلہ رحمی

صلہ رحمی میں بھی آپ کا مقام بہت بلند ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہم سب سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے تھے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت) فرمایا: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے تھے، اور سب سے زیادہ اپنے رب سے ڈرنے والے تھے۔

5: تواضع وانکساری

بہت بڑی سلطنت کے حاکم ہونے کے باوجود ایک غلام کی دعوت پر تشریف لے گئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے ایک غلام کی دعوت کو قبول فرمایا۔

6: خشیت الٰہی

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت ہانی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو بہت روتے یہاں تک کہ آپ کی داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔ آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا جاتا کہ جب آپ جنت ودوزخ کا تذکرہ کرتے ہیں تو آپ (اس قدر) نہیں روتے جبکہ قبر کو دیکھ کر بہت روتے ہیں، (اس کی کیا وجہ ہے؟) آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبر؛ آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے، جو اس میں کامیاب ہو گیا تو اس کے لیے اگلی منزلیں بھی آسان ہوں گی اور جو اس میں ناکام ہو گیا تو اس کے لیے اگلی منزلیں بھی مشکل ہوں گی۔

قتلِ عثمان رضی اللہ عنہ کے محرکات و اسباب

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے اسباب سے متعلق اسلامی تاریخ کے سینکڑوں صفحات پر پھیلی ہوئی ایک حقیقت ہے جسے اجمالی طور پر نمبر وار بیان کرنے پر اکتفاء کیا جارہا ہے۔

نمبر 1:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں فتوحات کے دروازے مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک کھل گئے۔ مال غنیمت میں فراوانی ہوئی، لوگوں کے ہاتھ مال و دولت سے بھر گئے جس نے مسلمانوں میں وہ لوازم و اثرات پیدا کیے جو ہر قوم میں ایسی حالت میں پیدا ہو جاتے ہیں جو آخر کار انحطاط اور ضعف کا سبب بنتے ہیں۔

حضرت عطاء بن یسار رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے۔ ہم لوگ بھی آپ کے ارد گرد بیٹھ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں آپ لوگوں سے متعلق اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تم پر دنیا کی خوشحالی اور اس کی زیب و زینت کے دروازے کھول دیے جائیں گے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: باوجودیکہ لوگ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرتے ہیں لیکن میں نے آپ کا دورِ خلافت پایا ہے۔ (آپ کے دور میں وسعتِ مالی کا یہ عالم تھا کہ) لوگوں پر ایسا دن بہت کم ہی گزرتا تھا جس میں ان میں مال نہ تقسیم ہوتا ہو۔ (خلیفہ وقت کی طرف سے) اعلان کیا جاتا تھا کہ اے گروہِ مسلمین! آؤ اپنے عطیات (وظائف) لے جاؤ۔ چنانچہ لوگ وافر مقدار میں اموال لے جاتے۔ کبھی یہ اعلان ہوتا کہ آؤ اپنی خوراک لے جاؤ تو لوگ وافر مقدار میں خوراک لے جاتے۔ کبھی اعلان ہوتا کہ آؤ گھی اور شہد لے جاؤ۔ الغرض عطیات کا سلسلہ جاری و ساری رہتا تھا، رزق کی فراوانی تھی، دشمن سے حفاظت رہتی تھی، مسلمانوں کے باہمی تعلقات اچھے تھے اور خیر و بھلائی بہت زیادہ تھی۔ جو اِن سے (یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے) ملتا تو آپ کو اپنا بھائی پاتا۔ یہ سب آپ رضی اللہ عنہ کی الفت، خیر خواہی اور محبت ہی (کی برکت) تھی۔ ان لوگوں کو یہ وصیت

کی گئی تھی کہ ایک وقت آئے گا جب (لوگوں میں) خود پسندی اور خود غرضی پیدا ہو جائے گی، جب ایسا ہو تو صبر سے کام لینا۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر یہ لوگ صبر کر لیتے جب انہوں نے یہ صورتحال دیکھی تھی تو ان کے عطیات، رزق اور خیر و بھلائی ان کے لیے کافی و وافی ہو جاتی لیکن انہوں نے کہا کہ واللہ! ہم صبر نہیں کریں گے۔ قسم بخدا! (اس بے صبری کا نتیجہ یہ نکلا کہ) انہوں نے نہ کچھ پایا نہ سلامت رہے۔ دوسری چیز کہ (جس نے ان کی سلامتی کو نقصان پہنچایا وہ یہ تھی کہ پہلے تو ان کی) تلوار مسلمانوں کے خلاف نہیں اٹھتی تھی لیکن انہوں نے یہ تلوار ایک دوسرے پر سونت لی۔ واللہ! یہ تلوار اب لوگوں پر سونتی ہی رہے گی اور قسم بخدا! میں یہ تلوار قیامت تک سونتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔

نمبر 2:

جنگی لونڈیوں سے پیدا ہونے والی مسلمانوں کی اولادیں بڑی ہو گئی تھیں۔ جن میں آزاد خیالی اور تعیش پرستی عام ہونے لگی۔

پہلی برائی جو ریاست مدینہ میں (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں) ظاہر ہوئی وہ کبوتر بازی اور غلیل بازی تھی...... حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو مقرر کیا جو لوگوں کو ان کاموں سے سختی سے منع کرتا اور غلیلیں توڑ دیتا۔

اس طرح کے لوگ جب کسی جرم میں پکڑے جاتے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کو سزا دیتے اور اپنی صوابدید پر اکثر کو جلا وطن کر دیتے۔ یہ لوگ انتقامی جذبے سے زندگیاں گزار رہے تھے۔ بعد میں یہی لوگ قتل عثمان رضی اللہ عنہ میں پیش پیش رہے۔

نمبر 3:

مراکش سے کابل تک کا علاقہ اسلام کے زیر نگیں تھا۔ وہاں جو کافر قومیں (یہود و مجوس) موجود تھیں وہ محکوم تھیں۔ ان کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف عداوت کا جذبہ پایا جاتا تھا لیکن عسکری طاقت کے زور پر مسلمانوں کو شکست نہیں دے سکتے تھے اس لیے انہوں نے سازشوں کے جال بچھائے جس کے نتیجے میں قتل عثمان رضی اللہ عنہ کا دلخراش سانحہ رونما ہوا۔

نمبر4:

حکومت کے اہم مناصب پر قریشی لوگ فائز تھے۔ نوجوان قریشی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں عہدوں پر موجود تھے ان سے دوسرے قبائل کے لوگوں میں حسد پیدا ہوا کہ ملکی فتوحات میں ہماری تلواروں کی کمائی بھی شامل ہے اس لیے مناصب اور عہدوں پر ہمیں بھی مساوات چاہیے۔ کچھ ہی عرصے میں اسی حسد نے قتل عثمان رضی اللہ عنہ کی صورت اختیار کر لی۔

نمبر5:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فطرتاً ذی مروت اور نرم خو انسان تھے۔ عموماً لوگوں سے سختی کا برتاؤ نہیں کرتے تھے اس وجہ سے بھی شریروں کے حوصلے بلند ہوئے۔ بعد میں انہی شریر و فتنہ پرور لوگوں نے بے خوف ہو کر قاتلین عثمان کا ساتھ دیا اور قتل عثمان رضی اللہ عنہ کے دلدوز صدمے سے امت کو دوچار ہونا پڑا۔

نمبر6:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اموی خاندان کے چشم وچراغ تھے۔ آپ کے فطری جذبات اپنے خاندان کے لیے خیر خواہانہ تھے۔ اپنے ذاتی اموال سے ان کی امداد کرتے اور ہدایا و تحائف سے نوازتے۔ شر پسندوں نے اس نیکی کو غلط رنگ دیا اور یہ مشہور کر دیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اقرباء پروری کرتے ہوئے سرکاری بیت المال سے انہیں مال و دولت دیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے بعض لوگوں میں یہ جذبات پیدا ہوئے کہ ایسے شخص کو خلیفہ نہیں ہونا چاہیے۔

نمبر7:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جن لوگوں کو جن علاقوں میں عامل اور حاکم مقرر فرمایا تھا وہاں کے لوگ جب جرائم کرتے تو حکام ان پر حدود و قصاص جاری کرتے، تعزیرات کا نفاذ ہوتا۔ بالخصوص بصرہ، کوفہ اور مصر کے جرائم پیشہ لوگوں نے ان حکام کے خلاف تنظیمیں بنائیں، حکام کو معزول کرانے کے لیے خلیفہ وقت حضرت عثمان

رضی اللہ عنہ پر دباؤ ڈالنے کی کوشش کی جسے آپ نے کسی صورت قبول نہ کیا۔ بعد میں یہی لوگ اپنے علاقوں سے مدینہ پہنچے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔

نمبر 8:

سبائی فتنہ پیش پیش رہا۔ جس کا بانی عبد اللہ بن سبا تھا۔ اس کا تعلق یمن سے تھا، یہودی تھا، تقیہ اور جھوٹ کی بنیاد پر اپنا مسلمان ہونا ظاہر کیا۔ اس کے چند معتقدات یہ ہیں:

(1): لوگوں پر تعجب ہے کہ وہ یہ تو جانتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام قربِ قیامت میں دنیا میں لوٹ آئیں گے (یعنی ان کی رجعت ہو گی) لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رجعت کی تکذیب کرتے ہیں۔ حالانکہ قرآن کریم میں ہے:

﴿إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ إِلَىٰ مَعَادٍ﴾

سورۃ القصص:85

ترجمہ: جس اللہ نے آپ پر قرآن نازل کیا وہ آپ کو دوبارہ پہلی جگہ پر لانے والا ہے۔

فائدہ: آیت کریمہ کی صحیح تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو واپس مکہ لائیں گے جہاں سے نکلنے اور ہجرت پر لوگوں نے آپ کو مجبور کیا تھا۔ فتح مکہ کے موقع پر اس کا ظہور بھی ہو چکا ہے۔

(2): ہزارہا انبیاء گزرے ہیں اور ہر نبی نے اپنا ایک وصی (جس کے بارے میں اس نے اپنے جانشین ہونے کی وصیت کی ہو) چھوڑا ہے۔ اور علی؛ محمد کے وصی ہیں۔ محمد خاتم الانبیاء اور علی خاتم الاوصیاء ہیں۔

(3): بھلا بتاؤ! اس سے بڑھ کر کون ظالم ہو گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کو نافذ نہ ہونے دے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی کی کرسی پر کود کر بیٹھ جائے اور خلافت کو ناجائز طریقے سے اپنے ہاتھ میں لے لے۔

اپنے مذکورہ بالا معتقدات فاسدہ و باطلہ کی بنیاد پر اس نے لوگوں کی ذہن سازی شروع کی کہ اٹھو! اس نظام کو بدلو، عثمان کی طرف سے جو امراء مقرر ہیں ان پر طعن و تنقید شروع کرو۔ اپنی اس غلط اور باطل کوشش کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا نام دو۔ لوگوں کو اپنی طرف مائل کرو اور انہیں دعوت دو۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں اس کی تحریک کے زیادہ اثرات پائے جاتے ہیں۔

نمبر 9:

یہی عبد اللہ بن سبا اپنے مزعومہ و مذمومہ عقائد و نظریات کی دعوت دینے دیہاتوں میں پھرا، بعض قبائل کے لوگوں کو وہاں کے عاملین و حکام کے خلاف بھڑکایا اور آخر کار مصر پہنچا۔ وہاں اپنی باتوں کو پھیلایا، مصری لوگ اس فتنے کا شکار ہوئے اور قتل عثمان میں پیش پیش رہے۔

نمبر 10:

دیگر محرکات و عوامل کے ساتھ ساتھ عبد اللہ بن سبا کی محنت سے تیار شدہ فسادی لوگ بصرہ، کوفہ اور مصر سے حج کے دنوں میں حجاج کے قافلوں کے ساتھ نکلے، مکہ جانے کے لیے انہیں مدینہ منورہ کا راستہ پڑتا تھا۔ بصرہ سے چار فرقوں پر مشتمل ایک فسادی گروہ تھا جس کی تعداد ایک ہزار تھی، کوفہ سے چار فرقوں پر مشتمل ایک فسادی گروہ تھا جس کی تعداد ایک ہزار تھی، مصر سے چار فرقوں پر مشتمل ایک فسادی گروہ تھا جس کی تعداد ایک ہزار تھی۔ انہوں نے اپنے اپنے مراکز میں یہ بات آپس میں طے کی کہ ہم حجاج کرام کے قافلوں کے ساتھ روانہ ہوں گے، مدینہ پہنچ کر ہم ان حاجیوں کا ساتھ چھوڑ دیں گے، کوفہ بصرہ اور مصر کے حجاج مدینہ سے مکہ چلے جائیں گے اور خود اہل مدینہ کی خاطر خواہ تعداد حج کے لیے مکہ چلے جائے گی جس کی وجہ سے مدینہ میں زیادہ لوگ موجود نہیں ہوں گے۔ اس موقع پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کریں گے اور انہیں قتل کر دیں گے۔ یہ لوگ شوال 35 ہجری میں مدینہ منورہ کے قریب پہنچ گئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ

فسادی لوگ مدینہ میں پہنچ گئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ کافی دنوں تک محاصرہ جاری رہا۔ اس دوران آپ کا کھانا وغیرہ بند کر دیا گیا۔ باہر سے کوئی شخص اندر کوئی چیز نہیں بھیج سکتا تھا۔ البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بڑی مشکل سے آپ رضی اللہ عنہ کے پاس پانی پہنچایا۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس طرح محصور کر دیا گیا کہ پانی پینے کو نہیں تھا، اپنی حویلی کے ایک فقیر سے پانی لے کر پیتے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ

کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے عرض کی: کیا آپ اس بات پر راضی ہیں کہ آپ کے پھوپھی زاد اس حالت میں محصور ہیں کہ انہیں پانی تک نہیں مل رہا اور وہ اپنی حویلی کے ایک فقیر سے لے کر پی رہے ہیں!! حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (ازراہِ تعجب و تاسف) فرمایا: سبحان اللہ! کیا ان لوگوں نے انہیں اس حال تک پہنچا دیا ہے؟ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: بالکل، انہوں نے یہی حال کر دیا ہے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جانوروں پر پانی بھیج کر انہیں پانی پلانے کا انتظام فرمایا۔

حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں نظر بند تھے۔ ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دیوار سے جھانک کر فرمایا کہ کیا آپ لوگوں میں علی موجود ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ آپ نے پوچھا کہ کیا سعد موجود ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ پھر آپ کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد فرمایا: کیا کوئی (مجھ تک) پانی پہنچا سکتا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس بات کا پتہ چلا۔ انہوں نے آپ کی طرف پانی سے بھرے ہوئے تین مشکیزے بھیجے۔ پانی کا پہنچنا مشکل ہو رہا تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک پانی پہنچاتے پہنچاتے بنو ہاشم اور بنو امیہ کے بہت سے خدام زخمی ہوئے۔

دشمنوں کے سامنے اپنی حیثیت واضح فرمائی:

(حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ) میں چوتھے نمبر پر اسلام قبول کرنے والا ہوں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نکاح اپنی بیٹی (سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا) سے کرایا، جب وہ وفات پا گئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوسری بیٹی سے میرا نکاح فرمایا۔ میں نے زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام دونوں میں نہ کبھی زنا کیا، نہ کبھی چوری کی، نہ گانا گایا۔ نہ کبھی مسلمان ہونے کے بعد دین سے پھرنے کی تمنا کی اور نہ ہی اپنے دائیں ہاتھ سے شرمگاہ کو چھوا جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی تھی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں قرآن کریم کی کتابت کی ہے۔ قبول اسلام کے بعد میری زندگی میں کوئی جمعہ ایسا نہیں آیا جس میں کوئی غلام آزاد نہ کیا ہو۔ اگر کسی جمعہ غلام نہ ہوتا تو آئندہ جمعہ کو دو غلام آزاد کرتا تھا۔

ایام محاصرہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مبارک جذبہ:

باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور یہ محاصرہ چالیس دن تک رہا۔ ان دنوں میں آپ مسجد بھی نہیں جا سکے۔ اس دوران بہت سارے جانثاروں نے آپ سے اجازت طلب کی۔

1: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ میرے پاس پانچ سو (500) زرہ پوش نوجوان موجود ہیں۔ آپ مجھے اجازت دیں، میں ان لوگوں (بلوائیوں) کو آپ سے مار بھگاؤں گا۔ آپ نے ایسا کوئی کام نہیں کیا جس کی وجہ سے آپ کو قتل کرنا جائز ہو گیا ہو۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی طرف سے آپ کو جزائے خیر عطا ہو، میں یہ نہیں چاہتا کہ میری خاطر (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک شہر میں) خون بہایا جائے۔

2: حضرت زبیر بن العوّام رضی اللہ عنہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسی پیش کش حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی طرف سے بھی ہوئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں یہ نہیں چاہتا کہ میری خاطر (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک شہر میں) خون بہایا جائے۔

3: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: آپ عوام کے امام ہیں آپ مشکل حالات میں ہیں جیسا کہ آپ کو خود بھی اس کا اچھی طرح احساس ہے۔ اس لیے میری رائے یہ ہے کہ آپ تین باتوں میں سے کسی بات کو اختیار فرمالیں۔

نمبر1: آپ باہر نکلیں مقابلہ کریں، آپ کے ساتھ افرادی قوت موجود ہے۔ آپ حق پر ہیں اور آپ کے مد مقابل باطل پر ہیں۔

نمبر2: جس دروازے پر باغی و فسادی کھڑے ہیں ہم اس کے علاوہ دوسرا دروازہ کھول دیتے ہیں، آپ اس دروازے سے سواری پر سوار ہو کر مکہ مکرمہ تشریف لے جائیں۔ وہاں کوئی شخص آپ کے خون سے اپنے ہاتھ رنگنے کی ہمت نہیں کر سکے گا۔

نمبر3: آپ ملک شام امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلے جائیں (وہاں آپ کو کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا)

آپ رضی اللہ عنہ نے ان باتوں کے جواب میں فرمایا کہ

1: آپ کی پہلی پیش کش کہ میں باہر نکل کر قتال کروں ایسا نہیں ہو سکتا اس لیے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کا خلیفہ ہو کر آپ) کی امت میں سب سے پہلا خون بہانے والا نہیں بننا چاہتا۔

2: آپ کی دوسری پیش کش کہ میں مکہ مکرمہ چلا جاؤں ایسا بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو قریشی حرم مکہ میں الحاد کرے (یعنی خون بہائے یا خون بہانے کا سبب بنے) تو اس پر آدھی دنیا کے باشندوں کا عذاب ہو گا۔ میں وہ نہیں بننا چاہتا۔

3: آپ کی تیسری پیش کش کہ میں شام چلا جاؤں وہاں شامی لوگ موجود ہیں وہاں معاویہ بن ابی سفیان موجود ہیں ایسا بھی نہیں کر سکتا اس لیے کہ میں دار الہجرت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑوس نہیں چھوڑ سکتا۔

4: حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے عرض کی: آپ دشمنوں سے لڑیں! بخدا اللہ نے آپ کے ان کے ساتھ لڑنے کو حلال کیا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں۔ اللہ کی قسم! میں ان سے (مدینہ منورہ میں) کبھی بھی نہیں لڑوں گا۔ راوی کہتے ہیں کہ دشمن آپ رضی اللہ عنہ کے گھر میں گھس آئے، آپ اس وقت روزے کی حالت میں تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر میں موجود محافظین پر عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا اور فرمایا: جس پر میری اطاعت واجب ہے اسے چاہیے کہ وہ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی بات مانے۔

5: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ انصار کی ایک جماعت آپ کے دروازے پر موجود ہے جو یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم اللہ (کے دین کی حفاظت) کے لیے نصرت کرنے کو تیار ہے یعنی آپ کے دشمنوں سے لڑنے کو تیار ہیں۔ انہوں نے دو مرتبہ اس خواہش کا اظہار کیا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لڑنے کی اجازت نہیں دی۔

6: حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑوس نہیں چھوڑ سکتا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں آپ کی حفاظت کے لیے ایک دستہ شام سے روانہ کرتا ہوں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اندیشہ ہے کہ اس طرح اس دستے کو سنبھالنے کا شہر رسول کے مہاجرین و انصار پر بوجھ پڑے گا (جو مجھے پسند نہیں)۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی امیر المومنین! اللہ کی قسم، مجھے خدشہ ہے کہ آپ پر اچانک حملہ نہ ہو جائے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے لیے اللہ ہی کافی ہے اور وہی سب سے بہتر کارساز ہے۔ (جب ان حفاظتی تدابیر کے لیے رضامند نہ ہوئے تو) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ (اپنے شام کے سفر کے لیے) تلوار اور کمان وغیرہ سے مسلح ہو کر نکلے اور مہاجرین و انصار کی مجلس کے قریب سے گزرے جہاں حضرت علی المرتضیٰ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور دیگر جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ آپ نے اپنی کمان سے ٹیک لگا کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حفاظت سے متعلقہ ایک بلیغ گفتگو فرمائی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تاکید فرمائی کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کے دشمنوں سے محفوظ رکھیں۔ اس کے بعد آپ وہاں سے چل دیے۔

7: سیدہ نائلہ بنت الفرافصہ رضی اللہ عنہا

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اہلیہ سیدہ نائلہ رضی اللہ عنہا آپ کو بچانے کے لیے آگے بڑھیں لیکن (مارنے والے کی) تلوار نے آپ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ کی انگلیاں کاٹ ڈالیں۔

7: حسنین کریمین اور اولاد صحابہ رضی اللہ عنہم

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو فرمایا: تلواریں لے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر (پہرے دار بن کر) کھڑے ہو جاؤ اور کڑی نگرانی کرو کہ کوئی دشمن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک نہ پہنچنے پائے۔ اسی طرح حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو بھیجا، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو بھیجا اور متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے بیٹوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حفاظت کے لیے بھیجا کہ دشمن ان تک نہ پہنچ سکے۔

عہدِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پاسداری:

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان سے فرمایا: عثمان! یقیناً اللہ تعالیٰ آپ کو ایک قمیص (خلعت خلافت) پہنائیں گے۔ اگر لوگ اس کو اتارنا (یعنی خلافت چھیننا) چاہیں تو ان کی خاطر اسے مت اتارنا (یعنی خلافت سے دستبردار مت ہونا)

حضرت ابو سہلہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مجھ سے محاصرے کے دوران فرمایا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ایک عہد فرمایا تھا تو میں اسی کی پاسداری میں صبر کر رہا ہوں۔

اعتراض:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بلوائیوں کے مطالبہ پر خلافت چھوڑ دیتے یا ان کا مقابلہ کرتے تاکہ شہادت کا سانحہ پیش نہ آتا۔ بلوائیوں کا مطالبہ تھا کہ آپ خلافت چھوڑ دیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خلافت بھی نہیں چھوڑی اور بلوائیوں سے مقابلہ بھی نہیں کیا۔ تو یہ دو کام تھے کہ...

1: خلافت چھوڑ دیتے تو بہتر ہوتا؛ کہ اس سے انتشار ختم ہو جاتا

2: یا مقابلہ کرتے تو بلوائیوں کو پسپائی ہوتی اور آپ کی جان بچ جاتی۔

آپ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کاموں میں سے کوئی کام بھی نہیں کیا۔

جواب:

[1]: منصبِ خلافت نہ چھوڑنے کی وجہ یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے عہد لیا تھا کہ ایسے کڑے حالات آئیں گے جن میں لوگ آپ سے منصبِ خلافت چھیننا چاہیں گے لیکن آپ اس وقت خلافت سے دستبردار نہ ہوں۔ اسی عہد کی پاسداری میں آپ رضی اللہ عنہ نے جان دی لیکن خلافت نہ چھوڑی۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان سے فرمایا: عثمان! یقیناً اللہ تعالیٰ آپ کو ایک قمیص (خلعت خلافت) پہنائیں گے۔ اگر لوگ اس کو اتارنا (خلافت چھیننا) چاہیں تو ان کی خاطر اسے مت اتارنا (یعنی خلافت سے دستبردار مت ہونا)

حضرت ابو سہلہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مجھ سے محاصرے کے دوران فرمایا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ایک عہد فرمایا تھا تو میں اسی کی پاسداری میں صبر کر رہا ہوں۔

[2]: بلوائیوں سے مقابلہ نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ آپ نہیں چاہتے تھے کہ مدینہ منورہ میں خون خرابہ ہو۔ کیونکہ مقابلہ ہوتا تو لازمی بات ہے کہ مدینہ منورہ میں لاشیں گرتیں اور یہ بات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نہیں چاہتے تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے سامنے مصحف (قرآن کریم کا نسخہ) رکھا ہوا تھا جس میں دیکھ کر تلاوت کر رہے تھے۔ اللہ عزوجل کی قضاء کو تسلیم کیا اور خود کو قتال سے روکے رکھا۔ لوگوں کو بھی یہی حکم دیا اور اپنا فیصلہ ان پر نافذ فرمایا کہ وہ آپ کی حفاظت کے لیے بھی خونریزی نہ کریں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت

شہادت کی پیش گوئی:

حضرت اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ سے مروی (ایک طویل حدیث میں) ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں بیٹھا ہوا تھا۔ میرے ہاتھ میں ایک سیب رکھا گیا۔ وہ سیب دو حصوں میں تقسیم ہو گیا تو اس سے ایک لڑکی ظاہر ہوئی۔ میں نے اس سے زیادہ حسن و جمال والی لڑکی نہیں دیکھی تھی۔ وہ اللہ کی ایسی تسبیح بیان کر رہی تھی کہ اولین و آخرین نے اس جیسی تسبیح نہیں سنی ہو گی۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں حور عین ہوں۔ اللہ رب العزت نے مجھے اپنے عرش کے (مادہ) نور سے پیدا کیا ہے۔ میں نے پوچھا کہ تمہیں کس کے لیے پیدا کیا گیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ (آپ کے بعد آنے والے) اس خلیفہ کے لیے جس کو ظلماً شہید کیا جائے گا یعنی سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے لیے۔

فائدہ:

یہاں اس بات پر تنبیہ ضروری ہے کہ اس روایت پر محدثین نے سخت کلام کیا ہے حتی کہ بعض حضرات نے اس روایت کو "موضوع" بھی لکھا ہے۔

شہادت سے قبل ایک خواب:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے (اپنی شہادت والی) صبح یہ بات بیان فرمائی کہ میں نے گزشتہ رات خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: عثمان! ہمارے پاس روزہ افطار کرو۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محاصرہ کے دوران ایک دن میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تاکہ آپ سے سلام دعا کر سکوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خوش آمدید! رات میں نے خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر کے چھوٹے دروازے کے پاس دیکھا۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ کے گھر میں ایک چھوٹا دروازہ بھی تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا: عثمان! کیا آپ کو محصور (نظر بند) کر دیا گیا ہے؟

میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا آپ کو ان لوگوں نے پیاسا رکھا ہوا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈول لٹکایا جس میں پانی تھا، میں نے وہ پانی پیا یہاں تک کہ میں سیر ہو گیا۔ اس کی ٹھنڈک اب بھی اپنے سینے میں پاتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر آپ چاہیں تو دشمنوں پر آپ کو فتح نصیب ہو اور اگر آپ چاہیں تو ہمارے ساتھ افطار کر لیں۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ افطار کرنا پسند کیا۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اسی دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔

عبادت بوقتِ شہادت

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا شہادت والا دن بھی عبادات میں گزرا۔

1: تلاوتِ قرآن

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر نیزوں سے وار کیے گئے تو آپ نے فرمایا: اللہ کے نام کے ساتھ (اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتا ہوں)، اللہ پر توکل کرتا ہوں۔ خون آپ کی ڈاڑھی مبارک پر بہہ رہا تھا اور مصحف (قرآن کریم کا نسخہ) آپ کے سامنے موجود تھا۔ آپ نے بائیں جانب ٹیک لگاتے ہوئے سبحان اللہ العظیم پڑھا۔ اس وقت آپ پہلے سے قرآن کریم کی تلاوت میں مصروف تھے اور خون کے قطرات قرآن کریم پر ٹپک رہے تھے حتی کہ خون کے قطرات قرآن کریم کے الفاظ ﴿فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ پر ثبت ہو گئے۔

امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جس وقت باغی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے ارادے سے گھر کے چکر کاٹ رہے تھے تو اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ سیدہ نائلہ رضی اللہ عنہا نے ان سے فرمایا: اگر تم لوگ انہیں قتل کرو یا نہ کرو لیکن تمہیں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ یہ رات بھر عبادت کرتے ہیں جس میں ایک ہی رکعت میں مکمل قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں۔

ایک شخص آیا جس کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی، وہ آگے بڑھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سر پر وار کیا جس سے آپ بہت زیادہ زخمی ہوئے۔ آپ کے خون کے قطرات مصحف (قرآن کریم کے نسخہ) پر جا گرے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کا نسخہ منگوایا اور اسے کھول کر سامنے رکھا۔ آپ کی شہادت کے وقت قرآن کریم آپ کے سامنے موجود تھا۔

2: روزہ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے روزہ کی حالت میں صبح کی اور اس دن روزے کی حالت میں آپ کو شہید کر دیا گیا۔

3: غلاموں کی آزادی

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ ابو سعید مسلم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ (دورانِ محاصرہ) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیس غلام آزاد فرمائے۔

4: قیام امن کا حکم

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے سامنے مصحف (قرآن کریم کا نسخہ) رکھا ہوا تھا جس میں دیکھ کر تلاوت کر رہے تھے۔ اللہ عزوجل کی قضاء کو تسلیم کیا اور خود کو قتال سے روکے رکھا۔ لوگوں کو بھی یہی حکم دیا اور اپنا فیصلہ ان پر نافذ فرمایا کہ وہ آپ کی حفاظت کے لیے بھی خونریزی نہ کریں۔

5: دعا

حضرت لیث بن سعد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے پوچھا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت وہاں موجود تھے کہ جب آپ خون میں لت پت تھے تو آپ نے کیا دعا مانگی تھی؟ انہوں نے بتایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آخر وقت میں یہ دعا مانگی:

"اَللّٰهُمَّ اجْمَعْ أُمَّةَ مُحَمَّدٍ اَللّٰهُمَّ اجْمَعْ أُمَّةَ مُحَمَّدٍ!"

اے اللہ! امت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اتفاق نصیب فرما! اے اللہ امت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اتفاق نصیب فرما!

شہادت اور شہادت کے بعد

جس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا تو اس وقت آپ کی اہلیہ سیدہ نائلہ رضی اللہ عنہا نے لوگوں کو بتایا کہ امیر المومنین (حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ) کو قتل کر دیا گیا ہے۔ حضرت حسن، حسین رضی اللہ عنہما اور جو لوگ ان دونوں کے ساتھ تھے وہ گھر میں داخل ہوئے۔ دیکھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ذبح کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ یہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر جھک گئے اور رونا شروع کر دیا۔ کچھ دیر کے بعد باہر تشریف لائے۔ ان کے بعد باقی لوگ گھر میں داخل ہوئے تو انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید پایا۔ یہ خبر حضرت علی المرتضیٰ، طلحہ، زبیر، سعد رضی اللہ عنہم اور جو لوگ مدینہ میں موجود تھے ان تک پہنچی۔ یہ سب لوگ اپنے گھروں سے باہر نکلے۔ اس خبر نے سب کے اوسان خطا کر دیے تھے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں آئے، آپ کو شہید پایا اور اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ڈانٹ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں بیٹوں کو جھنجھوڑ کر فرمایا کہ تمہارے ہوتے ہوئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کیسے شہید کر دیا گیا؟ (دشمن اپنے مقصد میں کیسے کامیاب ہو گیا؟) اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو طمانچہ مارا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بھی مارا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا وصیت نامہ:

حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) فرماتے ہیں:

حضرت علاء بن فضل رحمہ اللہ اپنے والد فضل سے روایت کرتے ہیں کہ جب باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا تو (ان کے وہاں سے فرار ہونے کے بعد) لوگوں نے آپ کے سامان کو تلاش کیا تو انہیں ایک صندوق ملا جسے تالا لگا ہوا تھا۔ اسے کھولا گیا۔ وہاں پر ایک چھوٹے سے برتن میں بند ایک ورق تھا جس پر حضرت عثمان کی وصیت درج تھی:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم، عثمان بن عفان اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اور عثمان بن عفان اس بات کی بھی گواہی دیتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں، جنت اور دوزخ برحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس دن لوگوں کو قبروں سے اٹھائیں گے جس دن کے آنے میں کوئی شک نہیں۔ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتے۔ عثمان نے اسی عقیدے پر زندگی گزاری ہے اور اسی عقیدے پر وفات پائے گا، اور قیامت کے دن اسی عقیدے پر عثمان کو اٹھایا جائے گا۔

نماز جنازہ:

آپ رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کی اطلاع جب مدینہ طیبہ میں پھیلی تو جو جہاں تھا وہیں ٹھہر گیا، کسی کو یقین نہیں آرہا تھا کہ باغی اس حد تک جاسکتے ہیں، ہر آنکھ اشکبار تھی۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو (نمازِ جنازہ پڑھانے کی) وصیت فرمائی تھی۔

بوقتِ شہادت فرشتوں کی دعائے مغفرت:

حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رحمہ اللہ اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے اور انہوں نے (امر خلافت کے بارے میں) شوریٰ کو حکم دیا۔ اسی دوران آپ کی صاحبزادی (ام المومنین زوجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم) سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا آپ کی خدمت میں تشریف لائیں اور عرض کی: ابو جان! بعض لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ جن لوگوں کو آپ نے شوریٰ کے لیے منتخب فرمایا ہے وہ اس کے اہل نہیں ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (شدت تکلیف کی وجہ سے) فرمایا کہ مجھے سہارا دیں۔ وہاں پر موجود لوگوں نے آپ کو سہارا دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ اس وقت سخت تکلیف کی حالت میں تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: شاید لوگ ایسی باتیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں کر رہے ہوں حالانکہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس دن عثمان کی شہادت ہوگی اس دن آسمان کے فرشتے ان کے لیے دعائے رحمت کریں گے۔ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ) میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے

پوچھا: کیا یہ صرف عثمان کے لیے ہے یا سب لوگوں کے لیے ہے؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ صرف عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے خاص ہے۔

تکفین و تدفین:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو غسل دیے بغیر شہادت والے خون آلود کپڑوں میں دفن کر دیا گیا۔

شہادت کا دن، مہینہ اور سال:

حضرت یحییٰ بن بُکیر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو 18 ذوالحج سن 35 ہجری بروز جمعۃ المبارک شہید کر دیا گیا۔

کل عمر:

حضرت یحییٰ بن بُکیر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کل عمر 88 سال تھی۔

کل زمانہ خلافت:

حضرت یحییٰ بن بُکیر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا کل عرصہ خلافت 12 سال ہے۔